وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض

یا اللہ مدد

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

خلیفہ رابع سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

تحریکِ خدام اہلِ سنت کا ترجمان، نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم لاہور

جلد 39، شمارہ 1۔ رجب المرجب ۱۴۴۷ھ، جنوری 2026ء

جاری کردہ

قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم مظہر شریعت وطریقت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

بانی تحریکِ خدام اہلِ سنت پاکستان

زیر نگرانی

جانشین قائد اہلِ سنت

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ

امیر تحریکِ خدام اہلِ سنت پاکستان

خُدامِ اہلِ سنت کی دُعا

قائد اہلِ سُنت وکیل صحابہؓ مظہر شریعت و طریقت
حضرت مولانا
از قاضی مظہر حسین صاحبؒ
بانی تحریکِ خُدامِ اہلِ سُنت پاکستان

خدایا اہلِ سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول ﷺ اللہ کی سُنّت کا ہر سو نُور پھیلائیں

وہ منوائیں نبی ﷺ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجِ نبی ﷺ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تُو اپنے اولیاء کی بھی محبّت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
اُنہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کاملِ

ہو آئینی[1] تحفّظ ملک میں ختمِ نبوّت کو
مِٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوّت کو

تُو سب خُدّام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاک ﷺ کی عظمت، محبّت اور اطاعت کی

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنّت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرؔ ناداں
تیری نصرت ہو دُنیا میں قیامت میں تیری رضواں

[1] الحمدللہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

یا اللہ مدد　　اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ　　حق چار یارؓ

تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان نظام خلافت راشدہ کا داعی

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ　　خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم لاہور

خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ　　خلیفہ رابع سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جلد 39 شمارہ 1 - رجب المرجب ۱۴۴۷ھ / جنوری 2026ء

جاری کردہ

قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ مظہر شریعت و طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

تحریک خدام اہل سنت پاکستان

زیر نگرانی

جانشین قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ

امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

مدیر مسئول: حافظ محمد مسعود صاحب

نائب مدیر: ماسٹر منظور حسین صاحب

قاضی ظاہر حسین جرار صاحب 0333-5783036

بدل اشتراک

اندرون ملک:

فی پرچہ 60 روپے سالانہ چندہ 600 روپے

بیرون ملک:

مشرق وسطیٰ 85 ریال ○ امریکہ یورپ ○ برطانیہ 20 پونڈ

اطلاع

دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

رابطہ: دفتر ماہنامہ حق چار یارؓ متصل جامع مسجد میاں برکت علی مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

0322-4135093

0302-4166462

پبلشر حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

❀ اِتفاق ویکجہتی پر قرآنی زور فرزندانِ توحید کے لیے ایک مؤثر سبق 4
امیر تحریک مدظلہ

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات ———— 9
وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

❀ ارشادات و کمالات ———— 19
شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

❀ خطبہ عربی میں ———— 22
شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

❀ استفسار و افکار ———— 24
حافظ عبدالجبار سلفی

❀ اولیات و خصوصیات خلیفۂ بلافصل رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ 31
حضرت مولانا محمد یوسف شیخوپوری

❀ صحابہ کرام و شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں غیر مسلم فضلاء ———— 34
مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

❀ خلفائے راشدین اور اُن کے عظیم کارنامے ———— 38
حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی

❀ ''حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد صاحب کی خدمت میں گزارش'' 44
جناب محمد حذیفہ راجکوٹی صاحب

❀ الوداع ! مولانا نور محمد آصف رحمہ اللہ ———— 48

اھدنا الصراط المستقیم (اداریہ) امیر تحریک مدظلہ کے قلم سے

اِتفاق و یکجہتی پر قرآنی زور۔ فرزندانِ توحید کے لیے ایک مؤثر سبق

امیر تحریک مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ ☆

فلسفہ اِتفاق اور قرآنی کمال

اللہ تعالیٰ قرآن میں اِرشاد فرماتا ہے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ (پ۱۰ ر۲) مسلمانوں دیکھو باہم جھگڑا نہ کرو، کیونکہ اگر تم لڑتے جھگڑتے رہو گے تو تمہاری ہمتیں پست ہو جائیں گی اور ہوا اکھڑ جائے گی، بھرم کھول جائے گا۔ بظاہر یہ آیت پاک تین مختصر ترین جملوں پر مشتمل ہے اور خود بھی بہت چھوٹی اور بہت مختصر آیت ہے مگر اس کے اندر قومی عروج و زوال کے فلسفہ کی ایک پوری کی پوری دنیا پوشیدہ ہے مسلمان اسے روز پڑھتے ہیں لیکن عمل کی طرف ان کی توجہ ہی مرکوز نہیں ہوتی...... مسلمان جب تک اس حکم ربانی پر کاربند رہے دنیا ان کی غلام رہی اور آج جو قومیں اس کے مطابق عمل کر رہی ہیں اگر وہ تخت و تاج کی مالک بھی نہیں تو شاہانہ کروفر ضرور رکھتی ہیں۔ اتفاق اور اتحاد کی برکات وحسنات کا معترف ایک زمانہ ہے دنیا کے تمام ہوشمند افراد اور عقلائے زمانہ نے اس کی اہمیت اور فائز المرامیاں واضح کی ہیں مگر اس بھری دنیا کی ایک کتاب بھی نہیں دکھائی جاسکتی، ایک ضرب المثل بھی سامنے نہیں لائی جاسکتی، ایک مقولہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جو اتنا جامع اتنا لبریز معانی اور اتنا مؤثر اور فلسفیانہ ہو، ایک سہ لفظی جملہ میں حکم بھی ہے، توجیہ بھی ہے اور اس کے عدم تسلیم کی صورت کے خوفناک ترین اور اَقرب الی الفہم نتائج بھی ہیں۔ یہ اعجاز و اختصار یہ فصاحت و بلاغت اور یہ تاثیر و کمال قرآن اور صرف قرآن ہی کے ساتھ مخصوص ہے ''وَلَا تَنَازَعُوْا'' لڑو نہیں جھگڑو نہیں نااتفاقی پیدا نہ کرو متحدہ و متفق رہو۔

کیوں ایسا کریں! اس لیے کہ باہم لڑنے جھگڑنے اور اتفاق کے ساتھ نہ رہو گے تو

☆ امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت، پاکستان 0543-543444

"فَتَفْشَلُوْا" کمزور ہو جاؤ گے تمہاری ہمتیں پست ہو جائیں گی اور اسے بھی خوفناک تر اور تباہ کن نقصان یہ ہوگا "وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ" تمہارا بھرم کھل جائے گا۔ ہوا خیزی ہو جائے گی۔ تمہارے دشمن تمہیں حقیر و کمزور سمجھ کر تم پر ہر طرف سے یورش کر دیں گے تم کمزور تو ہو ہی چکے ہو گے اس لیے تم پر بہ آسانی غالب آ جائیں گے تمہاری ہمتیں پست تو ہو ہی چکی ہوں گی اس لیے تم ان کا مقابلہ بھی نہ کر سکو گے نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں غلامی و محکومی ذِلتیں برداشت کرنا پڑیں گی ظاہر ہے کہ جب غلاموں سے تمام شریفانہ جذبات بھی فنا و معدوم ہو جاتے ہیں اور ان کے حقوق پر اَغیار قبضہ کر کے ان کی محنتوں اور دولتوں سے خود فائدہ اٹھانے لگتے ہیں...... غور کر کے دیکھ لیجیے کہ جس قوم کو پہلے ہی روز یہ نصیحت کی گئی تھی وہی قوم اس ربانی نہی کی مخالفت میں سرگرم ہے اور اللہ تعالیٰ اس نہی کی عدم تسلیم کے جو نتائج آغاز کار میں بتا دیئے تھے آج وہ سب کے سب بحیثیت مجموعی مسلمانوں پر مسلط ہیں۔ "وَلَاتَنَازَعُوْا" کے دامن میں مسلمانوں کی فرقہ بندیاں، مسلمانوں کی باہمی سَب وشتم۔ مسلمانوں کی باہمی لڑائیاں بھری پڑی ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ وہ متفرق اور پراگندہ قوم اس وقت کوئی موجود ہے تو وہ صرف مسلمان ہیں اس لیے کہ ان کے اللہ نے انہیں "وَلَاتَنَازَعُوْا" حکم دیا تھا "فَتَفْشَلُوْا" کے ذیل میں مسلمانوں کی کمزوریوں اور بے ہمتیوں کے تمام مظاہر حرف بحرف موجود نظر آتے ہیں۔ نہ ان کی تجارتی انجنسیاں نہ درآمد میں ان کا حصہ ہے اور نہ برآمد میں اور نہ ہنود اور سکھ ان کے حقوق کی کوئی پرواہ کرتے ہیں کمزور کا کون ساتھی ہے "وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ" کے مظاہر بھی عام ہیں، کل تک جو قومیں مسلمانوں کے احتجاج، مسلمانوں کی قوت، مسلمانوں کی ہمت، مسلمانوں کے جوش سے خائف رہتی تھیں اور ان کے سامنے پڑنے سے جی چراتی تھیں۔ وہ جا بجا ان پر اب یورشیں کرتی رہتی ہیں اور ہر شعبۂ حیات میں انہیں خارج کرنے اور ہر دائرے میں انہیں زچ بنانے کی فکر میں منہمک رہتی ہیں۔ ان کی مساجد ان کے مقابر ان کی ریاستیں ان کی ملازمتیں ان کی تجارتیں اور ان کے حقوق کوئی ایک چیز بھی دستبرد اغیار سے محفوظ نہیں رہی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ فلسطین میں چند ہزار یہودیوں نے لاکھوں عربوں اور پنجاب میں چند لاکھ سکھوں نے کروڑوں مسلمانوں کے حقوق پر یورش کر رکھی ہے۔ اس میں نہ یہودیوں کا قصور ہے نہ سکھوں کی خطا ہے یہ سب کچھ اپنی کم ہمتی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا حکم نہ ماننے کا نتیجہ ہے۔ اگر آج مسلمان اس حکم خداوندی (قرآنی) کے پابند بن جائیں "وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ" تو پھر ان کے صحن چمن میں بادِ صبا کی وہی

شکلیاں مصروف خرام نظر آتی ہیں مگر ایمان بھی اتنے کمزور ہو چکے ہیں اور نفس اتنے کہ اس طرف کسی کو توجہ ہی نہیں۔

اتفاق نعمت اور نااتفاقی آگ ہے

فرمان خداوندی ﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ﴾ (پ۴، ر۲) دیکھو اللہ کی رسی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور باہم پھوٹ نہ ڈالو انتشار و تفرقہ سے بچتے رہو، اللہ کا یہ احسان دیکھو اور اس کا شکر کرو کہ تم جو باہم کے مرتے تھے ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے مل گئے اور اس نے تمہارے قلوب میں باہمی محبت و الفت پیدا کر دی اور تم بھائی بھائی بن گئے ورنہ تم تو بالکل آگ کے کنارے ہی کھڑے ہوئے تھے۔ جسے خود آقا نے حقیقی نعمت بتائے اس کے نعمت ہونے میں کسے شک ہو سکتا ہے۔ اس آیت کو بھی غور سے پڑھیے جہاں وہ اتفاق و اخوت کو اپنی نعمت کے نام سے موسوم کرتا ہے وہاں نااتفاقی کو ''آگ کا کنارہ'' یا آگ قرار دے رہا ہے یہ کتنا بہتر استعارہ ہے کیا ناانصافی اور باہمی پھوٹ آگ سے کچھ کم ہے جس طرح آگ میں کوئی چیز پڑ جاتی ہے وہ سب بھسم ہو کر رہ جاتی ہے اور جس طرح آگ ہر چیز کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے اسی طرح نااتفاقی اور باہمی پھوٹ کی آگ میں گر کر بھی انسانوں کا وقار انسانوں کی عظمت انسانوں کی خودداری اور انسانوں کی آزادی سب کچھ فناہ ہو جاتی ہے یہ قرآنی اعجاز ہے کہ وہ جو حکم دیتا ہے اس کے اسباب بھی مؤثر پیرائے میں ظاہر کرتا چلا جاتا ہے اور جس برائی سے روکتا ہے اس کے ہولناک نقصانات بھی ایک ہیبت خیز تصور لا کر سامنے کھڑی کر دیتا ہے۔ اس آیت میں سب کچھ موجود ہے تصور تو کیجیے کہ ایک انسانی گروہ ایک بے پناہ آگ کے کنارے پہنچ گیا ہے اس میں گرا ہی چاہتا ہے کہ یکا یک ایک قوت نمودار ہو کر اُسے اس آگ اور اس مصیبت سے بچا لیتی ہے، اب وہ صورت جس کے باعث بھڑکتے ہوئے شعلوں میں گرنے سے محفوظ رہے اور ہمیشہ محفوظ رہ سکتے ہوں اگر نعمت نہیں تو اور کیا ہے۔ گویا نااتفاقی و نسعت ایک آگ ہے جس میں گرنے سے اللہ روک رہا ہے اور روک بھی اس رنگ میں رہا ہے کہ اس سے قدرتاً دل پر اثر پڑتا ہے یہی نہیں کہ باہم تفرقے پیدا نہ کرو بلکہ وہ کہتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ نااتفاقی اور تفرقہ اندازی سے بچو

ورنہ انتہائی خطرات میں پڑ جاؤ گے۔ پھر ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا'' کتنے مؤثر الفاظ ہیں پھر یہ بھی نہیں کہ وہ مؤثر حکم کو مؤثر طریقہ پر جاری کر کے خاموش ہو جائے نہیں وہ استدلال کے ساتھ مثالیں اور نظریں بھی پیش کرتا ہے تاکہ جو حکم دیا جا رہا ہے اس کی مؤثریت اور دل نشینی مکمل ہو جائے۔

فرمان باری تعالیٰ: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا (پ۴ ر۲) دیکھو تم اتفاق کے ساتھ رہو اور اُن لوگوں جیسی حرکتیں نہ کرو جنہوں نے باہم تفرقے اور اختلاف پیدا کیے اور گمراہ ہوئے یہ اشارہ بنی اسرائیل کی طرف ہے اور ظاہر و واضح یہ کیا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل دنیا کی ایک برگزیدہ قوی دست اور ہوشمند قوم تھی ہر قسم کی نعمتیں اُسے حاصل تھیں اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی لیکن جب ان میں تفرقے اور اختلاف پڑ گئے تو اس کا سارا وقار اور تمام عظمت ختم ہوگئی اور یہ حالت ہوئی کہ کبھی ان پر بابلیوں نے ہلا بولا اور کبھی یونانیوں نے اور کبھی بخت نصر شیرانہ صولت کے ساتھ جھپٹا لاکھوں قتل کیے اور ہزاہا کو گرفتار کر کے لے گیا سب کچھ سمجھا کر اور بتا کر حکم ہوتا ہے کہ اگر اتفاق سے باہم تفرقہ پڑ بھی جائے اور مسلمانوں میں باہم لڑائی ہو بھی جائے تو تم خود ہی صلح کرا دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بتا دیا اور جتا دیا مگر نہ دیکھنے والی آنکھ ہے...... اور نہ سوچنے والا دماغ۔ (ماہنامہ مولوی دہلی قرآن نمبر ۱۳۵۴ھ)

فرمان نبوی: یا معشر المسلمین! لایؤمن من احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ اے مسلمانو! تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اپنے مسلمان کے لیے ان چیزوں کو پسند نہ کرے۔ جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے۔ اس ارشاد میں حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کے مومن کامل ہونے سے انکار فرمایا ہے۔ جو اپنے بھائیوں کے لیے وہی چیز پسند نہ کریں جو اپنے واسطے پسند کرتے ہیں، اس حدیث کی شرح میں حضرت امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں سے اسی طرح محبت کرے جس طرح اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔

اتحاد اسلامی

المون عن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً۔ ہر ایک مومن دوسرے مومن کے واسطے مثل بنیاد کے ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت دیتا ہے اور تھامے رہتا ہے اس حدیث کو

ارشاد فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتلایا تھا۔ کہ اس طرح مسلمانوں کو آپ میں مل جل کر اور ایک دوسرے کا قوت بازو بن کر رہنا چاہیے۔

ان ارشادت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو انتہائی اخلاص ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے اور ہر ایک مسلمان کے رنج وراحت، اور خوشی وغم کو اپنا رنج اپنی راحت اپنی خوشی اور اپنا غم سمجھنا چاہیے: جس دن مسلمانوں میں یہ اسلامی وحدت پیدا ہو جائے گی تو پھر اسرائیل فلسطین پر اور بھارت کشمیر پر اپنا قبضہ برقرار نہیں رکھ سکتا۔

وفیات

① سلسلہ نقشبندیہ کے دوسر خیل (پیرِ طریقت صاحبزادہ پیر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب (سجادہِ نشین خانقاہ حبیبیہ و مہتمم دارالعلوم حنفیہ چکوال، اور پیرِ طریقت حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب ② چکوال میں تحریک خدام کے محترک کارکن منیر احمد عثمانی صاحب کے ماموں و سسر محمد اشرف صاحب ③ چکوال میں حاجی محمد آزاد اعوان صاحب کا پوتا محمد ارسلان صاحب کا بیٹا محمد ارحم صاحب ④ حافظ عبدالقدیر صاحب، حافظ برگر ہاؤس والے ⑤ ٹمن (تلہ گنگ) میں تحریک خدام اہلسنت والجماعت تلہ گنگ کے امیر، بزمِ شیخ الہند رحمہ اللہ کے صدر حضرت مولانا نور محمد آصف صاحب ⑥ منوال (چکوال) میں چوہدری شیر احمد صاحب کی نانی صاحبہ ⑦ ہری پور (ہزارہ) میں قائد اہلسنت، وکیل صحابہؓ و اہلِ بیتؓ کے مرید اور شاعرِ اسلام مطیع الرحمٰن اطہر ہاشمی صاحب کے بڑے بھائی اور معروف عالمِ دین حضرت مولانا محمد فاروق صاحب ⑧ چتال (چکوال) میں خدام اہل سنت کے دیرینہ کارکن اللہ دتہ چوہان صاحب کی والدہ صاحبہ اور صوفی شیر علی مرحوم صاحب کی ہمشیرہ ⑨ تحریک خدام اہل سنت چتال کے دیرینہ ساتھی مظہر حسین مجاہد صاحب ⑩ جھاٹلہ (چکوال) میں مکتبہ رشیدیہ والے اختر حسین صاحب کی پھوپھی صاحبہ ⑪ خطیبِ جہلم حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ کے قریبی ساتھی اور ان کے جامعہ کی شوریٰ کے رکن عبدالجبار قریشی صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرتِ کاملہ فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ قارئین سے بھی دعاء کی درخواست ہے (ادارہ)

توضیحات مظہرؒ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ ☆

درس قرآن ۶ر شوال ۱۹۹۹ء	ضبط و ترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾ [سورۃ البقرہ: آیت ۲۰۲ تا ۲۰۷]

ترجمہ: ''ایسے لوگوں کو (دونوں جہان میں) بڑا حصہ ملے گا، بدولت اُن کے عمل کے، اور اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب لینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک پھر جو شخص دو دن میں (مکہ واپس آنے میں) تعجیل کرے، اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں تاخیر کرے، اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔ اس شخص کے واسطے جو (خدا سے) ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے، مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ

☆......بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ کو ضرور حاضر و ناظر بتاتا ہے۔ اپنے مافی الضمیر پر، حالانکہ وہ (آپ کی) مخالفت میں (نہایت) شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے اور (کسی کے) کھیت یا مواشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو نخوت اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بُری ہی آرامگاہ ہے اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔''

○...... برادرانِ اہل سنت والجماعت! اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کا ذکر فرمایا تھا۔ ایک وہ ہے کہ جو آخرت نہیں چاہتا۔ وہ سب دنیا کی دولت عزت چاہتا ہے اور ربّ سے یہی دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے دنیا میں ہی سب کچھ دے دے۔ وہ کافر ہے جو آخرت کو نہیں چاہتا بلکہ صرف دنیا کا طالب ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے کہ جو آخرت کو مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دونوں جہانوں (دنیا و آخرت) کی بھلائی مانگتا ہے کہ یا اللہ! اس جہان میں بھی مجھے نیکی بھلائی عطا فرما، اچھے کاموں کی توفیق دے اور قیامت کے بعد دوزخ کی آگ سے بچا لے۔ کیونکہ قیامت کے بعد یا جنت کا انعام ہے جس سے بڑی کوئی نعمت نہیں اور یا جہنم کا عذاب ہے کہ جس سے بڑا کوئی عذاب نہیں۔ آخرت کا طالب اللہ تعالیٰ سے جہنم سے پناہ مانگتا ہے۔

تو فرمایا کہ یہ جو دونوں قسم کے لوگ ہیں۔ انہوں نے جو یہاں کمائی کی ہے جو عمل کیا۔ اُس کے مطابق آخرت میں حصہ ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جو بندہ زندگی میں یہاں جو کچھ کرتا ہے، اس کا حصہ وہاں اس کو مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ظلم و زیادتی نہیں ہے، وہاں تو عدل ہی عدل ہے یا پھر فضل ہے۔ اس لیے فرمایا:

○...... ''وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ'' کہ اللہ تو جلدی حساب لینے والا ہے۔ یہاں کے حساب محاسبہ سے تو لوگ ڈرتے ہیں اور وہاں کے حساب محاسبے سے نہیں ڈرتے حالانکہ اُس سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ یہاں تو آدمی چھپا بھی لیتا ہے، لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا کر رہا ہے؛ اور وہاں

تو سب اللہ کے سامنے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی نیکی میں جلدی کرے ایسا نہ ہو کہ پھر اُسے وقت مہلت نہ دے۔

○...... ''وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ'' کیونکہ اس سے پہلے حج کے احکام تھے، درمیان میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا، کہ ایک دنیا کو چاہتا ہے، ایک آخرت کا طالب ہے ایک خوش نصیب ہے کہ جو دونوں جہانوں کو چاہتا ہے تو یہ درمیان میں گویا نصیحتیں ہیں۔ دین کے اصول ہیں۔ آگے حج کے احکام کا ذکر فرماتے ہیں کہ جو حج کے گنتی کے دن ہیں، اُن میں اللہ کا ذکر کرو۔ ''فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى'' پھر جو شخص دو دن میں تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو دو دن میں تاخیر کرے، اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔ اس کے واسطے جو ڈرے اللہ تعالیٰ سے۔ تو منیٰ میں تین دن ٹھہرو یا دو دن ہی ٹھہر لو۔ اس کی اجازت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جواز ہے۔

○...... ''وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ'' اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہیں وہاں اکٹھا کیا جائے گا۔ حشر کہتے ہیں جمع کرنے کو۔ محشر کہتے ہیں، وہ میدان، وہ جگہ جہاں لوگوں کو قیامت میں اکٹھا کیا جائے گا یعنی جہاں جہاں بھی جتنے لوگ مر چکے ہیں۔ شیر کھا گیا، مچھلی کھا گئی، جسم گل سڑ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ اسی جسم سمیت، اس کے ذروں کو جوڑ دے گا۔ جس طرح اب ہم بیٹھے ہیں۔ ہمارا جسم یہی ہوگا اور اس میں یہی روح ہوگی تو فرمایا! اللہ سے تم ڈرتے رہو اور یہ جان کر ڈرو کہ ایک دن اس کے سامنے پیش ہوگے۔ یہاں معمولی کچہری ہوتی ہے۔ آدمی کتنے پاپڑ بیلتا ہے۔ اپنی عزت بچانے کے لیے یا اپنی کامیابی کے لیے۔ وکیل کرتا ہے۔ پیسہ لگاتا ہے۔ رشوت دیتا ہے۔ خواہ کامیابی ہو یا نہ ہو۔ حالانکہ یہ سب فانی ہے، مرجانا ہے۔ تو جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نتیجہ نکلنا ہے۔ ''فريق في الجنة وفريق في السعير'' ایک ٹولہ جنت میں، ایک ٹولہ جہنم میں، تو زیادہ فکر تو اس کی کرنی چاہیے کہ میں کس گروہ میں ہوں؟ ہر آدمی یہ سوچے کہ میں صبح سے شام تک کیا کرتا ہوں؟ میرا وقت کس کام میں لگتا ہے۔ پھر آدمی سمجھے گا کہ واقعی میں تو بڑا غافل ہوں۔ اگر دھیان نہ ہوا۔ اسی طرح وقت ضائع کر دیا تو وہ وقت تو پھر نہیں آتا۔ اُس وقت آدمی پچھتائے گا لیکن وہ وقت تو اب ختم ہو گیا۔

○......"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جس کا نام اخنس بن شعیب تھا۔ بڑا زبان دراز، ہوشیار، بعض ہوتے ہیں قدرتی۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قسمیں کھاتا کہ میں دل سے حضور ﷺ کو، اسلام کو مانتا ہوں۔ کہتا کہ یارسول اللہ! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں یہ میرے دل کی بات ہے اور دنیا کے بارے جو بات کرتا تو بڑی ہوشیاری سے، سننے والوں کو اچھی لگتی۔ اس کا ذکر ہے۔ جب وہاں سے اٹھتا تو رستہ میں مسلمانوں کے مال کو نقصان پہنچاتا۔ اللہ تعالیٰ نے نام نہیں لیا، اس کا ذکر فرمایا کہ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اُن کی زبان اور ہے اور دل اور ہے۔ زبان سے یہاں قسمیں کھا کے، سب کو تسلیاں دے کر جاتا اور جاتے ہوئے مسلمانوں کی جو چیز ہاتھ لگتی لوٹ مار کر لے جاتا ہے۔

○......قرآنِ مجید میں دین کے اصول ہیں، لیکن اصول جو بیان فرمائے گئے ہیں تو انسانی نفسیات کے پیشِ نظر، کہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، خالص مومن بھی اور کھرّے کافر بھی۔ کئی منافق بھی ہوتے ہیں۔ تاکہ مسلمان قیامت سے پہلے اپنے معاشرے میں لوگوں کو پہچانیں، کہ یہ اپنا ہے یا پرایا ہے؟ اندر باہر سے ایک ہے یا اندر سے اور باہر سے اور ہے؟ دل سے خیر خواہ ہے یا وقتی مفاد کے لیے خیر خواہی ہے؟ اس اصول پر مختلف آدمی ثابت ہوں گے، کوئی کیسا ہے، کوئی کیسا۔

دینی مزاج اور مروّجہ سیاست

○......جیسے آج کل کی سیاست، اللہ اس سے چھٹکارا دے۔ دین کا مزاج یہ ہے کہ یا اللہ! تیرے لیے میں کرتا ہوں، بس۔ اور سیاست کا مزاج کیا ہے؟ اگلے کا بنے گا، خواہ کتنا ہی اُس کا دشمن ہو۔ بس وقتی طور پر اس سے مجھے فائدہ ہو جائے یا اس کو دھوکہ دے لوں۔ آج جو دین میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں تو وہ لوگوں کے دنیاوی مفاد پرستی کے مزاج ہیں۔ ہر آدمی اپنی ہنرمندی، اپنی لیاقت، اپنا علم، اپنی سمجھ لگا رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ دین پر لگائے، اللہ کے لیے لگائے بس۔ کیا ہم آج کہہ سکتے ہیں کہ سیاست میں جو حصہ لے رہا ہے تو شاید اللہ کے لیے لے رہا ہو؟ ورنہ مزاج ایسا بن گیا ہے کہ وہ ذاتی اقتدار۔ نہ دین ہے نہ اسلام ہے، نہ شریعت ہے نہ سنت ہے؟ وقت آیا تو اسلام کے نعرے اتنے، کہ بس اسلام ہی اسلام۔ مسلمان قوم، سنی قوم سب سے بھولی ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اہل حق

ہیں تو اللہ تعالیٰ یہ کیوں فرماتے ہیں؟ تاکہ ایسے لوگوں کو غافل بن جائیں تو وہ بیچارے پھر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یہ کیوں فرماتے ہیں؟ تاکہ ایسے لوگوں کو پرکھو جو اُوپر سے قسمیں اٹھائیں گے، تمہارے بنیں گے اور اندر سے ہوسکتا ہے، وہ دشمن کے جاسوس ہوں۔ ہوشیاری ہے ناں؟ تو انسان صرف اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لیے کرے۔ ورنہ محنت بھی ضائع، پیسہ بھی ضائع، وقت بھی ضائع، یعنی سیاست سمجھا رہا ہوں، کہ جہاں تک میرے سامنے ملکی حالات ہیں وہ تو یہی ہیں، کہ کوئی کسی کا نہیں سوائے اپنی ذات کے۔

○......''وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا ''اور جب یہاں سے واپس لوٹتا ہے تو زمین میں فساد کی کوشش کرتا ہے اور کھیتوں کو تباہ کرتا ہے اور نسلوں کو یعنی جانوں کو تباہ کرتا ہے''وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ''یادرکھو! اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تو اصلاح چاہتے ہیں۔ بگاڑ نہیں چاہتے۔ فساد کہتے ہیں بگاڑ کو، اعتقادی بگاڑ ہو۔ عملی بگاڑ ہو۔ اخلاقی بگاڑ ہو۔ سیاسی بگاڑ ہو۔ جب کوئی چیز اصل سے ہٹ جائے گی تو سمجھو فاسد ہوگئی۔ اب دودھ میں کھٹاس آتی ہے، تو وہ بگڑ گیا۔ جس حالت پر تھا اس پر نہ رہا۔ اس کو فساد اور بگاڑ کہتے ہیں۔ اسی طرح انسان ہے۔ انسان بگڑتا ہے۔ لوگ دودھ کا بگڑنا حواس سے محسوس کرتے ہیں۔ انسانیت بگڑ جائے تو سمجھو جہان بگڑ گیا۔

صحابہ کرامؓ کیا تھے؟

○......جس وقت نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ سے پہلے جو دنیا کا نقشہ تھا اللہ تعالیٰ نے اُس کا ذکر فرمایا''ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدیهم'' لوگوں کے ہاتھوں، اُن کے کرتوتوں سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا۔ سرورِ کائنات ﷺ تشریف لائے تو اصلاح ہوئی۔ جوں جوں لوگ آپ ﷺ کے ساتھ جڑتے گئے۔ ہوتے ہوتے اللہ تعالیٰ نے دین کی روشنی کو پھیلانا تھا۔ ایک ایسی جماعت نہ پیدا ہوتی، تو یہ چیز آگے چل ہی نہ سکتی۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت تھی کہ ایک ایسی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیدا فرمائیں کہ جو خلوص میں اعلیٰ۔ علم میں اعلیٰ۔ تقویٰ میں اعلیٰ، ہر چیز میں اعلیٰ ہی اعلیٰ۔ تاکہ جس کام میں لگیں، نفس کے لیے نہ کریں۔ ذات کے لیے نہ کریں، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یبتغون فضلا من الله و رضوانا'' کہ وہ چاہتے ہیں اللہ کا فضل اور چاہتے ہیں

اللہ کی رضامندی، یعنی اللہ رب العزت جن کے دلوں کی گواہی خود دے دے، اس سے بڑا کون مقبول ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو نصیحت

یاد رکھو! حُب اور بُغض، دونوں چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے۔ محبوب کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ اسی کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوھم غرضا من بعدی" اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے اصحاب کے بارے میں۔ قرآن میں تو ہے ہی ناں لیکن حضور نے بھی اپنی زبان مبارک سے ارشادات فرمائے، جو صحابہ رضی اللہ عنہم سنتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگے پہنچانا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے اصحاب کی شان بیان فرما رہے ہیں کہ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد پہنچانا ہے۔ آگے ہم تک تو بات اسی لیے پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچائی۔ آگے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہم تک پہنچائی۔ تو فرمایا! اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے اصحاب کے بارے میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتایا گیا ناں کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے؟ اس لیے قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہے کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ پھر آگے فرمایا! "لاتتخذوھم غرضا من بعدی" میرے بعد اُن کو تم طعن و ملامت کا نشانہ نہ بنانا لیکن مودودی صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں تنقید کا حق ہے۔ تنقید کا معنی بھی اعتراض ہے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اُن کو نشانہ نہ بنانا۔ بھئی فلاں نے یہ کیا، فلاں نے یہ کیا۔

شیعیت، خارجیت اور اہل سنت میں فرق

○......شیعیت اور خارجیت دونوں فرقوں میں ایک چیز مشترک ہے۔ وہ یہ کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، ایک کے ساتھ بُغض رکھتے ہیں اور دوسرے کے ساتھ محبت۔ شیعہ زیادہ اصحاب کے خلاف ہیں اور خارجی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے۔ ساجھی بات جو ان دونوں فرقوں میں ہے، وہ یہی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم دو قسم کے ہیں اور آپس میں اُن کی محبت نہیں اور اہل سنت والجماعت کو ہر ہر صحابی کے ساتھ دل سے محبت ہے۔ عباسی پارٹی، سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہہ اور لکھ دیتے ہیں۔ یہ طریقہ ہے سُنیوں کو

شکار کرنے کا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مودودی صاحب

جیسے مودودی صاحب کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محامد و مناقب اپنی جگہ پر ہیں۔ ان کا شرف صحابیت بھی واجب الاحترام ہے۔ ان کی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انہوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور دنیا میں اسلام کے غلبہ کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا۔ اُن پر جو شخص لعن طعن کرتا ہے، وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے۔'' (خلافت وملوکیت، ص ۱۵۳)

پھر یہ بھی لکھتا ہے کہ ''انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔'' (خلافت وملوکیت، ص ۱۷۵)

میں حیران ہوں کہ اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے مناقب ہیں، ساری امت ان کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی اور جو اُن پر لعن طعن کرتا ہے وہ برا کرتا ہے، یہ لکھنے کے باوجود پھر لکھتا ہے کہ: سیاسی اغراض کے لیے انہوں نے شریعت کے مسلمہ اصول کی خلاف ورزی کی تو مناقب تو سارے ختم ہوگئے۔ اب رہ کیا گیا؟ یہ ہوشیاری ہوتی ہے، سُنی کا مزاج دیکھتے ہیں ناں؟ بھئی سیدھا حملہ برداشت نہیں کرتا۔ تعریف کرتے جاؤ، تعریف کرتے کرتے پھر ایسا چکر دو، کہ وہ تعریف ختم۔ مودودی صاحب نے یہی طریقہ استعمال کیا ہے۔ تعریفیں بھی بے حد اور ساتھ یہ بھی لکھ دیا۔ اسی طرح تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی لکھ دیا کہ آپ خلیفہ راشد بھی ہیں اور ساتھ ساتھ ملوکیت بھی گھس گئی، یہ کیا، وہ کیا لیکن کون پوچھے؟

○ ......تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اصول کا تحفظ کرو پھر بچ جاؤ گے۔ اس میں کوئی لحاظ نہیں۔ کوئی دوستی نہیں۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، رشتہ دار لڑ رہے ہیں۔ جنگِ بدر میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اُدھر ہیں، اگرچہ دل سے نہیں آئے تھے، ابوجہل کھینچ کے لایا۔ ابھی مسلمان تو نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس طرف ہیں اور بیٹا آپ کا اُس طرف ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس طرف ہیں، اُن کا ماموں سگا، اُس طرف ہے۔ یہ اسلام ہے۔ اصول

ہے۔ ان حضرات نے اصول کو رکھا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدد فرمائی۔ سوال یہ ہے کہ جب تک کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ وہ تلواریں لے کر اُدھر سے آئے، یہ تلواریں لے کر اِدھر سے آئے۔ ایک برادری نہیں، ایک گھر کے افراد۔

○...... ''وَاِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ '' اُس کو پھر نصیحت کی ایسے کرو۔ اس کو کہا گیا کہ تو اللہ سے ڈر، اللہ تو جانتا ہے، اس لیے اندر، باہر سے ایک ہو جاؤ۔ اب وہ اور چڑھ گیا۔ کچھ نفس ایسے ہوتے ہیں کہ نصیحت کرو تو وہ اور زیادہ چڑھ جاتے ہیں ''اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ '' عزت اس کو گناہ پر آمادہ کرتی، پہلے تھوڑا مخالف ہوگا، جب نصیحت کرو، زیادہ مخالف۔ اُس کو اپنی عزت، وقار گناہ پر آمادہ کرتے ہیں، کہ کیا ہوا جو کچھ بھی ہوا دیکھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی نیتوں کی گواہی دی

○...... اس لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو تعریف فرمائی، کہ وہ تو ''یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا'' اللہ کا فضل چاہتے ہیں، اور اللہ کی رضاء چاہتے ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے ناں؟ اس سے بڑی شہادت تو کوئی نہیں؟

○...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہر مدینہ کی ایک گلی سے گذرے، نیا پختہ بنا ہوا مکان دیکھا۔ تو پوچھا یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاں کا مکان ہے، کچھ زبان سے نہیں فرمایا، جب وہ صحابی آئے تو لوگوں نے بتایا کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ کہا کہ فرمایا تو کچھ نہیں لیکن چہرے مبارک پر ناگواری تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس سے ناراض ہیں۔

وہ صحابی تھے اور اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ اللہ کا فضل چاہتے ہیں، انہوں نے مکان کو اُسی وقت اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ گرا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، عرض کی یارسول اللہ! میں مکان گرا کر حاضر ہوا ہوں۔

حالانکہ مکان بنانا کوئی گناہ نہیں تھا، حرام کا پیسہ نہیں تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ اگر اتنی جائز چیزوں میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشغول ہو جائیں تو یہ جو دین کا اتنا بڑا کام ہے، جہاد کا اور امت کی اصلاح کا، وہ تو نہ ہو سکے گا۔ گناہ نہیں تھا لیکن اُن حالات میں ایسا مناسب نہیں۔ اُن کے دل کا، ایمان کا

جذبہ تھا، یہ بھی نہیں عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر آپ ناراض ہیں تو میں گرا دیتا ہوں۔ یہ بھی تو ہوسکتا تھا ناں؟ حضور ﷺ کے چہرے کا لوگوں نے یہ بتایا کہ معلوم ہوتا تھا کہ مکان سے ناراض ہیں۔

اب اندازہ فرماؤ! ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کوئی اعتراض کرسکتا ہے؟ یہ مقام ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد یہ مقام ہے۔ نبوت کے بعد صحابیت ہے۔

○...... ''فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ'' جس کو اپنی عزت گناہ پر آمادہ کرے، اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے تو اس کے لیے کافی ہے جہنم۔ ''وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ'' اور بہت برا ٹھکانہ ہے، وہ یہ تو ہوگئی ناں اس منافق کی مثال۔

○...... ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ'' اب دوسرے مومن بندے کیسے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے بھی ہیں کہ جو اپنی جان کو بیچتے ہیں، اللہ کی رضائیں حاصل کرنے کے لیے۔ بس، جان جو ہے بیچ دی، یا اللہ! جان بھی حاضر ہے۔ یہ جو کچھ کرتا ہے اللہ ہی کے لیے۔ وہ منافق جو کچھ کرتا ہے، نفس کے لیے، یہ مومن جو کچھ کرتا ہے، اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔

○...... ''وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ پھر اس کی مہربانی کیوں نہ ہوگی۔ قرآن میں اصول ہوتے ہیں، خواہ کسی پر چسپاں ہوجائیں۔ شانِ نزول کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک واقعہ پیش آیا اور اس پر آیت اتری، حکم عام ہوتا ہے، جو بھی ایسا ہوگا اس پر یہ حکم لگے گا۔

حضرت سہیل رومی رضی اللہ عنہ کی ہجرت اور جذبۂ حریت

حضرت سہیل رومی رضی اللہ عنہ روم کے رہنے والے، کہیں سے کہیں پھکتے پھکتے یہ لوگ مکہ شریف میں آگئے۔ مسلمان ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی، جب ہجرت کرکے شہر سے نکلے تو کافروں کو پتہ چل گیا۔ کافروں کی پارٹی پیچھے دوڑی کہ ہم نہیں جانے دیں گے۔ وہ تو جو مرضی ہوتی کرتے تھے، وہاں نہ ضمانت تھی نہ عدالت۔ آج تو کمزور سے کمزور آدمی بھی رپورٹ کرآتا ہے۔ اب سہیل رومی رضی اللہ عنہ برادری کی حیثیت سے کمزور تھے۔ مالی حیثیت سے بھی کمزور، تھے بڑے تیرانداز، کیونکہ ساری جنگجو قومیں تھیں ناں؟ اُن کا فخر یہی ہوتا تھا، ان کو اللہ نے تیراندازی میں مہارت دی تھی۔ جس وقت کافر سامنے آئے، تو آپ ایک طرف کھڑے ہوگئے، ترکش سے سارے تیر نکال کر رکھ لیے۔ اور

اُن کافروں کو کہتے ہیں کہ جانتے ہو میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں، میرا نشانہ خطا نہیں جاتا۔ یہ سارے تیر ختم کروں گا، تم کو ماروں گا، پھر نزدیک آؤ گے تو تلوار سے لڑوں گا، پھر تم میرا خاتمہ کرسکو گے۔ اب سوچ لو، تم کیا چاہتے ہو؟ مال لینا چاہتے ہو تو فلاں جگہ میرا مال ہے لے لو، لیکن میں اس طرح جان نہیں دے سکتا۔ وہ مرعوب ہو گئے۔ ایک اکیلا آدمی، حد ہے ناں؟ تو اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسا آدمی بھی ہے ناں کہ اپنی جان دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ آسان کام تو نہیں؟ مال لے لو مجھے کوئی پرواہ نہیں، لیکن رو کتے ہو کہ میں نہ جاسکوں، تو سارے تیر ختم ہوں گے، پھر نزدیک آؤ گے تو تلوار سے لڑوں گا...... اس لیے اللہ تعالیٰ پھر تعریفیں فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی بھی ہیں کہ جو صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی چاہتے ہیں، اللہ کی رضاء چاہتے ہیں اور جان دیتے ہیں، تو اللہ کے لیے جان دینا، یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ میرے لیے کر رہا ہے۔

یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام۔ اصل تو اُن کا ہے آگے اُن کی تابعداری میں جتنا کسی کو نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے عمل کی توفیق ہو۔

اہل سنت والجماعت اور غالی گروہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک قطعی جنتی ہیں بیعت رضوان، غزوۂ بدر اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اور قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد تھے لیکن اس کے باوجود شیعہ کہتے ہیں کہ سنی مسلمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتے اور ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھتے ہیں شیعوں کے نزدیک حُبِّ علی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو خلیفہ بلافصل مانا جائے اور ان کو بارہ ائمہ سمیت انبیاء سابقین سے افضل قرار دیا جائے جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں شیعہ غلو کرتے ہیں اور ان کو ان کے اصلی مقام سے بڑھاتے ہیں اسی طرح ایک گروہ ایسا بھی پیدا ہوگیا ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی غلو کرتے ہیں اور جو ان کے غالیانہ نظریات نہ تسلیم کرے اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کرنے والا اور دشمن قرار دیتے ہیں (عقیدہ خلافت وامامت رمطبوعہ ۲۰۱۰ء، از قائد اہلسنت)

چراغ ہدایت

ارشادات و کمالات

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا مقام اور مرتبہ

بقلم مؤرخ ملت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما (میرے ایثار کی دستان امر ہوگئی)

کیا ہے فخر الدین رازی رحمہ اللہ کی سخن سنجی (فصاحت و بلاغت، خوش گفتاری) بو علی سینا اور فارابی کی منطق، ابن حزم اور ابن رُشد کی حکمت؟ صرف ایک نتیجہ ہے ذکی الطبع افراد کی پُر عافیت کتب بینی!!!

کیا ہے ترکِ دنیا اور تقشفانہ تصوف (موٹا چھوٹا اختیار کر کے فقیری کی زندگی بسر کرنا)۔ ایک خوشگوار جذبہ ہے دنیاوی جھگڑوں سے فارغ البالی کا!

بہت آسان ہے سالہا سال اعتکاف کے مکاشفات اور مراقبات کی لطف اندوزی!!!

بہت سہل ہے برس ہا برس مطالعہ کتب کر کے تبحرِ علمی کے ملکات کی فراہمی!!!

بہت تسہل ہے کسی خانقاہ کی کُنجِ عزلت! (حجروں کی) گوشہ نشینی، کنارہ کشی، راہبانہ زندگی) بہت سہل ہے کسی دارُ العلوم کی مسندِ تدریس!!!

آپ پوچھیں مشکل کیا ہے؟ میں بتاؤں گا! بہت مشکل ہے بہت دشوار ہے رجوع الی اللہ!

زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق اور نوعِ انسانی کی ہمدردی، یعنی وہ سوز و گداز، وہ تڑپ، وہ بے چینی وہ کرب اور اضطراب جو کبھی مسجد میں لے جائے کبھی حلقۂ درس میں کبھی ممبر پر وعظ و تلقین کے لیے کھڑا کرے کبھی سیاسی پلیٹ فارم پر ترقیٔ ملت اور اعلاءِ کلمۃ الحق کے لیے! کبھی اپنوں کی گالیاں سنوائے! اور کبھی پابہٴ زنجیر جیل خانوں کی سلاخوں میں بند کرائے! دن کے وقت خلق میں مصروف اور پریشان رکھے تو رات کی تاریکی میں محبوبِ حقیقی کے سامنے زاہد شب بیدار بنا کر کھڑا کردے!!!

بلاشبہ بہت مشکل ہے ہمدردیٔ خلق اور غم خواری مسلم کی وہ خلش جو رات کو میٹھی نیند حرام کردے!

مجلس احباب کو مجلسِ سوز وگداز بنا دے! اُفق پر صبح صادق کی کرن چمکے تو وہ استغفار میں مشغول ہو!

آفتاب کی کرنِ اوّل اس کو تسبیح وتحلیل میں مصروف دیکھے! پھر اس کے تبلیغی، تعلیمی، دینی اور سیاسی مشاغل کو دیکھتے دیکھتے حیرت واستعجاب کے مغرب میں رُوپوش ہوجائے!!!

عالم پر تاریکی کی سیاہ چادر تانی جائے تو تھکے ماندے انسان اپنی آرام گاہوں کی طرف دوڑیں، اہل وعیال کی پُر لطف چہل پہل سے دن بھر کی کوفت اور تھکن دُور کریں، لیکن یہ مبتلائے سوزِ خلق اب بھی یا دُور دراز کے سفر طے کر رہا ہو یا عالی وعمیق مضامین حل کرنے میں دماغ سوزی کر رہا ہو یا مخلوقِ خدا کی تلقین میں مشغول ہو یا اپنے پروردگار کے سامنے سربجود، گریہ وبکاء، عجز ونیاز، مناجات وتلاوت، طولِ قیام اور طویل رکوع وسجود سے زاہدانِ خشک [1] کے خلوت کدوں کو شرما رہا ہو!!!

بے شک یہی ہے مشکل ترین سنت، یہی ہے انبیاء علیہم السلام کی سچی وراثت، یہی ہے مضمونِ حدیث کے بموجب انبیاء علیہم السلام سے مشابہت، یہی شخص ہے رحمۃ للعالمین کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!!!

اُسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سچا پیرو، یہی ہے مصلحِ خلق، یہی ہے شیخِ وقت، یہی ہے مرشدِ صادق، یہی ہے قطبِ عالم، اسی کی زندگی درسِ عبرت ہے قابلِ اتباع بلکہ واجب الاتباع ہے۔

اس عظیم الشان کی پاک زندگی کے شب وروز احاطۂ تحریر میں لانا ممکن ہی نہیں، شب کو کئی گھنٹہ مسلسل تقریر اُس کے بعد سفر اور صبح مدرسہ پہنچ کر مسلسل کئی گھنٹہ تک ڈھائی سو طلباء کی جماعت کو درس دینا جس میں مختلف قابلیت ومزاج کے طلباء موجود جس میں بعض وہ بھی ہوں جو کئی سال مدرسی کر کے محض سماعتِ حدیث کے لیے حاضر ہوئے ہوں، پھر وہ دماغ سوز مشقت جو ڈھائی تین سو طلباء کے وسیع حلقے میں تقریر کرتے ہوئے پیدا ہو پھر اسی طرح بعد ظہر بعد عصر بسا اوقات بعد عشاء برابر درس اور پھر ایک دو دن نہیں مسلسل نہ صرف دن بلکہ شب کو بھی اسی طرح مشاغل کا تسلسل، قیامِ دیوبند کے زمانہ میں بعد صلوٰۃِ مغرب اوّابین جس میں کم از کم سوا پارہ یومیہ کی

۱۔ وہ عابد جو ظاہری باتوں کا سختی سے پابند ہو مگر اُس کا دل رُوحانی لذت سے محروم ہو، وہ عبادت گزار جس کے مزاج میں رُوکھا پن ہو۔

تلاوت، مسترشدین (طالبانِ اَسرار ومعرفت) کو تلقین وارشاد پھر عشا کے بعد کم از کم دو گھنٹہ درسِ حدیث، کتب بینی، اخبارات کا مطالعہ، ان سے یاداشتیں مرتب کرنا! پھر آخری شب میں تہجد پھر اس کے بعد ذکر ومراقبہ وغیرہ وغیرہ!!

غور فرمایئے کہ کیا کوئی ہے جو اس طرح مسلسل اپنے آپ کو قربان کرتا رہا ہے؟؟ تحسین وآفرین انسان کی ہمت کو بلند کر دیا کرتی ہے مگر یہاں تحسین وآفرین کے بجائے افتاء و بہتان، دشنام طرازیاں، توہین وتذلیل کے منصوبے، قتل کی سازشیں اور قاتلانہ حملے!! اعداءِ دین کے اس جگر خراش اور دلِ فگار (زخمی دل) طرزِ عمل کے باوجود متواتر جدوجہد اور رات دن سعی پیہم کا سلسلہ وہی باقی رہ سکتا ہے جس کو خداوند عالم نے غیر معمولی خلوص اور للّٰہیت کی دولت عطا فرمائی ہو اور ﴿لَايَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ [1] اور ﴿لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ [2] کا ملکہ اس کے رگ وپے میں راسخ ہو چکا ہو، یہ پیکرِ تسلیم ورضا رمضان شریف میں افطار کے بعد نمازِ مغرب سے فارغ ہو کر صلوٰۃِ اوّابین میں مشغول ایک ڈیڑھ پارہ تلاوت، تراویح میں پانچ چھ سو آدمیوں کی شرکت، قرآنِ مجید خود سنانا، تراویح سے فراغت کے بعد ایک اور قرآن نوافل میں پھر تھوڑی دیر آرام فرما کر تہجد شروع کرتے جس میں سلسلہ وار قرآن شریف کا ختم ہونا، یہ مبارک سلسلہ صبح صادق سے تقریباً نصف گھنٹہ پیشتر تک جاری رہنا، آخری وقت میں سحری تناول فرمانا، نمازِ فجر کے بعد زائرین سے ملاقات!!!

اچھا بتاؤ کون ہے اس مقدس زندگی کا مالک؟ اور اس مبارک سنت کا حامل و ماہر؟ وہی شیخ وقت قطبِ عالم مرشدِ خلائق فرید العصر یگانۂ روزگار جس کا نامِ نامی اس مبارک تمہید کا مبارک عنوان ہے یعنی سیدنا مرشدنا شیخ العرب والعجم حضرت علامہ مولانا السید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ۔

گرمی ہنگامہ تری آج حسین احمد سے ہے
جس سے ہے پرچم روایاتِ سلف کا سربلند

۱۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ سوۃ المائدہ: ۵۴)

خطبہ عربی میں

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

سوال ۲۷ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ بروز منگل دارالعلوم دیوبند میں طلباء نے شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ سے سوال کیا (اس طرح کا سوال کرنے والے آج بھی موجود ہیں) کہ حضرت! خطبہ اردو زبان میں کیوں نہیں دیا جاتا؟ (تاکہ لوگ سمجھ سکیں)۔

جواب حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا:

① آج اسلام کو ۱۳۰۰ برس سے زیادہ ہوگئے، خطبہ عربی ہی میں پڑھا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے بعد قرونِ اولیٰ ہی میں اسلام ان ملکوں میں پہنچ گیا تھا جن کی زبان عربی نہیں تھی مگر کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے کہ خطبہ عربی کے سوا کسی اور زبان میں پڑھا گیا ہو؟ اسلام کو سمجھنے اور سمجھانے کی آج زیادہ ضرورت ہے جب کہ پشت ہائے پشت سے چلا آرہا ہے یا اس وقت زیادہ ضرورت تھی جبکہ اسلام بالکل نیا تھا؟ فقہ تفسیر یا تاریخ کی کسی تصریح سے آپ یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ اسلام جن ملکوں میں پہنچا وہاں کی مقامی زبان میں پڑھا گیا ہو۔

② دوسرے یہ کہ انگریز انگلینڈ سے یہاں آیا اور کورٹ اور سرکاری دفاتر کی زبان انگریزی کردی، وکلاء انگریزی میں بحث کرتے ہیں، جو قوانین بنتے ہیں وہ انگریزی میں حتیٰ کہ روزمرہ کے ریل کے قوانین اور ٹائم ٹیبل جو عوام کی ضرورت کی چیزیں ہیں وہ بھی انگریزی میں چھپتے ہیں۔ آج عام ہندوستانیوں کی زبان اردو ہے مگر ناگری زبان ایجاد کی جارہی ہے، اسی طرح ٹیلی گرام انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔ آخر اس کی کوئی وجہ تو ہے؟ بھائی! اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ عربی زبان چلے۔ عربی اسلام (اور قرآن) کی زبان ہے (ذرا سوچیے کہ اس کا کیا مقام ہے؟) جتنی چلے اتنا ہی اچھا ہے۔ کیا آپ کو اس کی خوشی نہیں؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ عربی الفاظ آپ کے کان میں پڑے ہی نہیں؟ کچھ عربی کے الفاظ بھی سن لیجئے! صرف نماز کی قرات اور خطبہ عربی زبان میں ہوتا ہے۔ اس کو بھی ختم کرنا چاہتے ہو؟ مصطفیٰ کمال نے کیا کیا اذان تک کے الفاظ کو عربی سے بدل کر غیر عربی کردیا۔ ۱۳۰۰

برس تک اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ آج ہو رہی ہے؟ کہا جاتا ہے کہ خطبہ اردو میں پڑھنے سے اس کا اثر لوگوں پر بجلی کی طرح ہوتا ہے۔ بھائیو! بجلی کی سی طاقت تو عمل کی وجہ سے ہوتی ہے، تقریریں آج کل بے شمار ہوتی ہیں، اخبارات میں نصیحتیں (خوب) چھپتی ہیں، اس کا کوئی فائدہ ہوتا نہیں تو کیا اس دس منٹ کے خطبہ سے کچھ ہو جائے گا؟

③ انگریز ٹھنڈے ملک کا رہنے والا ہے جو وضع قطع سے اس ملک کے لحاظ سے اس نے اختیار کی تھی اس کو ہندوستان جیسے گرم ملک میں بھی آ کر نہیں چھوڑی۔ سکھ اپنے شعار پر مضبوطی سے قائم ہے، وہ جہاں بھی جاتا ہے پہچان لیا جاتا ہے۔ یاد رکھیے! جس قوم نے اپنے شعار کو چھوڑ دیا وہ دنیا میں اپنی مستقل حیثیت کے ساتھ کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ آج ہندو اپنی مردہ سنسکرت کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے مگر مسلمان اپنی زندہ زبان کو مردہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک وہ تھے جو فلسطین، طرابلس، سوڈان، شام جہاں تک پہنچے وہاں کی زبان عربی کر دی ایک ہم ہیں کہ جو (عربی) رہی سہی ہے اس کو بھی مٹا دینا چاہتے ہیں۔

④ عربی خطبہ میں شرعی اور دینی پہلو بھی (موجود) ہے خطبہ قائم مقام دو رکعت نماز کے ہے۔ یہ غیر عربی میں کیسے ہوگا؟ اس لیے خطبہ کی زبان کسی قیمت پر بدلی نہیں جا سکتی۔ (ندائے شاہی ۳۔۳۔۱۳)۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اور مذہبی آزادی

آج کل جو لوگ جمہوری حقوق اور مذہبی آزادی کا یہ مفہوم لیتے ہیں کہ آدمی جو چاہے اس کا انسانی حق ہے اور اپنی صوابدید کے مطابق جو مذہب اختیار کرے اس پر کوئی قدغن نہیں لگانی چاہیے۔ تو ایسے لوگوں کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل ایک زبردست تازیانہ عبرت ہے کیونکہ آپ نے کسی جھوٹے مدعی نبوت سے کوئی دلیل بھی طلب نہیں کی اور ان کے خلاف جہاد کیا۔ منکرین زکوٰۃ کو کوئی مہلت نہ دی اور نہ ہی مرتدین کو یہ آزادی دی کہ وہ اسلام لانے کے بعد پھر کفر اختیار کریں اور اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ متفق و معاون تھے۔ (سالانہ روداد، رجب ۱۴۰۲ھ مطابق اپریل ۱۹۸۲ء، از قائد اہلسنت)

نقد تحقیق

استفسار و افکار

ازقلم: مولانا عبدالجبار سلفی

مقدمہ بر کتاب ''سوانح حیات مردِ قلندر''

(مولانا طاہر محمود اطہر کی مطبوعہ کتاب میں بطور مقدمہ شامل شدہ مضمون)

سفینۂ علم و اخلاص، ولیٔ کامل، استاذ العلما حضرت مولانا حافظ شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک حیات اور دینی خدمات جلیلہ پر مشتمل جب اس گراں قدر سوانح و تذکرہ کا مسودہ و مبیضہ بنام "مردِ قلندر" میرے سامنے آیا تو دل کی دنیا علم و عرفان اور تہذیب و روحانیت کی خوشبو سے معطر ہو گئی۔ ایسا محسوس ہوا کہ گویا ان صفحات کے درمیاں ایک عہدِ ایمان کی جیتی جاگتی تصویر سانس لے رہی ہو۔ اور علم و عمل کے ایسے نگینے دمک اٹھے کہ جنہوں نے مدارس کے افق کو منور کیا، دلوں کو ذکرِ الٰہی سے آباد کیا اور شاگردوں کے سینوں میں خدماتِ دین کی لو روشن کر دی۔ حضرت مولانا حافظ شاہ محمد صاحب رحمہ اللہ ان نفوسِ قدسیہ میں سے تھے جن کے وجود سے درس و تدریس کے حلقے مہک اٹھتے تھے اور جن کی مجالس میں علم کے ساتھ نور بھی تقسیم ہوتا تھا۔ ان کے چہرے کی بشاشت میں حلم و وقار کی روشنی جھلکتی تھی اور ان کے لبوں سے نکلنے والا ہر لفظ نصیحت و اخلاص کا پیکر ہوتا تھا۔ ان کی حیاتِ طیبہ علم کی رفعت، عمل کی پاکیزگی، اور زہد و تقویٰ کے حسین امتزاج سے عبارت تھی۔

اہلِ علم و عرفان کے تذکرے محض شخصیات کا بیان نہیں بلکہ ملت کے فکری سرمائے کی حفاظت ہیں۔ سوانح نگاری ایک ایسا فن ہے جو ماضی کی روشنی سے حال کے راستے منور کرتا ہے۔ ان تذکروں کے ذریعے نہ صرف اپنے اکابر و اسلاف کی دینی خدمات کا اعتراف ہوتا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کو اسلاف

کی سیرتوں سے جینے کا سلیقہ بھی ملتا ہے۔ تاریخِ اسلام کے صفحات شاہد ہیں کہ کتبِ سوانح نے ہمیشہ ملت کی فکری بیداری میں اہم اور مثبت کردار ادا کیا ہے۔ امام ذہبیؒ کی *سیر اعلام النبلاء* سے لے کر زیرِنظر کتاب *مردِ قلندر* تک، یہ سب سوانحی تصانیف دراصل اس حقیقت کا اظہار ہیں کہ اہلِ دل کے احوال صرف مطالعہ کے لیے نہیں بلکہ تزکیہ نفس کا وسیلہ ہوتے ہیں۔ ایسی سوانحی تصانیف قوموں کے اخلاقی و روحانی مزاج کی تعمیر کرتی ہیں۔ ان کے مطالعے سے طلبہ وعلما میں تحقیق کا ذوق، اتباعِ سنت کا شوق، اور اکابر کی روش پر چلنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وہ سلسلہ ہے جو نسلوں کو اسلاف سے جوڑے رکھتا ہے اور زمانے کے تغیرات میں انہیں ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔

اسی پسِ منظر میں مولف محترم مولانا ملک طاہر محمود صاحب اطہر، استاذ الحدیث جامعہ قاسمیہ رحمان پورہ لاہور کی یہ سعی بلاشبہ نہایت قابلِ قدر ہے۔ وہ نہ صرف ایک بزرگ عالمِ دین کی حیات وخدمات کو ضبطِ تحریر میں لائے ہیں بلکہ ان کے عہد کے علمی وروحانی رنگوں کو بھی گویا انہوں نے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ تذکرہ محض یادِ ماضی نہیں بلکہ ایک روشن مینار ہے جو نئی نسل کو بتاتا ہے کہ علم اگر اخلاص کے سانچے میں ڈھل جائے تو بندہ وقت کا نہیں، بلکہ تاریخ کا حوالہ بن جاتا ہے۔

لاہور کی دینی وعلمی فضا ہمیشہ سے اعتدال، رواداری، اخلاص اور علم کی خوشبو سے معطر رہی ہے۔ یہاں کے منبر ومحراب نے صدیوں تک ایسے رجالِ حق کو جنم دیا جنہوں نے دیوبند کے مسلکِ اعتدال کو صرف محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ اس میں نئی روح پھونکی۔ یہ وہی شہر ہے جہاں امامُ الاولیا حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے دلوں کی دنیا آباد کی تھی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ نے علمی استحکام کی بنیادیں رکھیں، سلطانُ العلما علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ نے فکری محاذوں پر جرأت وبصیرت کے چراغ جلائے اور حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ نے عشق وعرفان کے جام بانٹے تھے۔ یہ تمام بزرگ اُس اعتدال پسند، باوقار اور سلیم الفطرت دینی روایات کے نمائندہ تھے جو فرقہ واریت کی سختیوں کے درمیان بھی توازن، تدبر اور وقار کی علامت بنے رہے۔ انہی درخشندہ چراغوں کی لَو کو زمانے کی تند وتیز ہواؤں سے بچاتے ہوئے اُس روشنی کو تازہ رکھنے والوں میں اگر کسی نام کو طلوعِ سحر تک تابندگی نصیب ہے تو وہ حضرت مولانا حافظ شاہ محمد رحمہ اللہ کی

مقناطیسی شخصیت ہے۔

آپ ایک کریم النفس، قدر شناس اور بافیض عالم دین تھے، جن کے وجود سے علم وعمل کا وقار جھلکتا تھا اور جن کی نگاہ میں دین محض پیشہ نہیں بلکہ ایک مشن اور مقصد حیات تھا۔ آپ نے غلغلۂ غیرت اہل حق بن کر اور خم ٹھونک کر اُن محاذوں پر قدم رکھا جہاں سچ بولنا جرم سمجھا جاتا تھا، اور حق کہنا اہل دنیا کی نگاہ میں "احتیاط سے خالی" بات ٹھہرتی تھی۔ مگر مولانا حافظ شاہ محمد مرحوم ایسے درویش خدا مست تھے کہ جن کے سینے میں وہ زندہ ضمیر دھڑکتا تھا جسے شاید اہل دنیا نے کب کا دفن کر دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اُن ہی افعالِ خیر کے مرتکب ہوئے جو علماءِ ربانی کی شان ہوتے ہیں، جن کے ہر عمل میں خلوص کی مہک، ہر لفظ میں دردِامت کی رمق اور ہر موقف میں حق کی حرارت جھلکتی تھی۔

ان کی زندگی دراصل اُس علمی و روحانی وراثت کا تسلسل تھی جس نے لاہور کو "مدینۃ العلماء" کا وقار دیا تھا۔ اُن کی گفتگو میں ملائمت، انکسار میں شوکت، اور مزاج میں وہ توازن تھا جو صرف انہیں نصیب ہوتا ہے جنہوں نے علم کو عمل کے نور سے آراستہ کیا ہو۔ یقیناً، وقت گزر جائے گا اور چہرے بدل جائیں گے، مگر لاہور کی روحانی و علمی تاریخ میں مولانا حافظ شاہ محمد رحمہ اللہ کا نام تا صبح قیامت ایک زندہ رود یعنی شفاف پانی کی جاری ندی کی طرح باقی رہے گا۔

زیرِ نظر کتاب "مردِ قلندر" بیس ابواب پر مشتمل ایک ایسا جامع تذکرہ ہے جو اپنے اندر ایک عہد کی روح اور ایک مردِ باصفا کی داستانِ حیات سموئے ہوئے ہے۔ مصنف نے نہایت فکری رچاؤ اور سلیقۂ تحریر کے ساتھ حضرت مولانا حافظ شاہ محمدؒ کی حیات و خدمات کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح قرطاس پر منتقل کیا ہے کہ قاری کے دل میں عقیدت کے دیے روشن ہونے لگتے ہیں۔ ان ابواب میں مولانا مرحوم کے مولد و مسکن سے لے کر تعلیم و تربیت کے مراحل، اساتذۂ کرام کا تعارف، حالات کے مد و جزر، جذبات کے نشیب و فراز، علمی و تدریسی مشاغل، اور استقامت و استقلال کے درخشاں مناظر تک سب کچھ اس ترتیب و توازن سے بیان ہوا ہے کہ پڑھنے والا خود کو اُس عہد کے ماحول میں سانس لیتا محسوس کرتا ہے۔

مصنف نے سوانح نگاری کو محض تاریخ نویسی نہیں رہنے دیا، بلکہ اس میں ادب، احساس اور بصیرت کے رنگ بھر دیے ہیں۔ واقعات جہاں آتے ہیں وہاں جذبات بھی لہراتے ہیں، اور جہاں حالات کا

تذکرہ ہے وہاں انسان کی اندرونی عظمت اور روحانی صلابت بھی جلوہ گر ہے۔ یوں یہ کتاب محض ایک سوانح نہیں بلکہ ایک روحانی سفرنامہ بن گئی ہے جو مولانا کی ولادت سے لے کر وفات، نمازِ جنازہ اور تدفین تک کے واقعات کو ایسے حسنِ ترتیب سے بیان کرتی ہے کہ دل پرسکون ہو جاتا ہے، اور قاری کے باطن میں ایک خاموش سی روشنی اترتی محسوس ہوتی ہے۔ بلاشبہ مولانا حافظ طاہر محمود اطہر صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑے قرینے، توازن اور اخلاص کے ساتھ ان قیمتی حالات کو جمع کیا، اور انہیں ایک ایسی حسین ترتیب میں ڈھالا کہ ہر صفحہ اپنے اندر محبت، عقیدت اور علم کا ایک نیا افق روشن کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کی تحریر میں نہ صرف تحقیق کی گہرائی سے التزام ہے بلکہ ایک دلی وابستگی اور روحانی قربت کا رنگ بھی جھلکتا ہے، جو کتاب کو محض معلوماتی نہیں بلکہ روح افزا بنا دیتا ہے۔ یوں یہ تالیف ''مردِ قلندر'' نہ صرف ایک یادگار تذکرہ ہے بلکہ اہلِ دل کے لیے ایک آئینہ بھی۔ جس میں کردار، عزم، ایمان اور استقامت کے وہ نقوش جھلکتے ہیں جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ بن سکتے ہیں۔

مولانا حافظ شاہ محمد صاحب رحمہ اللہ کو اپنے روحانی مرشد و مربی قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ) سے جو عقیدت، وفا، اور عشق و محبت تھی، وہ محض ارادت و بیعت کے رسمی تعارف تک محدود نہ تھی، بلکہ یہ ایک ایسی وارفتگی اور قلبی وابستگی تھی جو سالکینِ راہِ طریقت اور متوسلینِ راہِ حقیقت کے لیے ایک جیتی جاگتی مثال بن گئی تھی۔ ان کے دل کی دنیا میں اپنے شیخ و مرشد کی محبت اس طرح رچی بسی تھی جیسے صدف میں گوہر، یا گلاب کی پتیوں میں خوشبو ہوتی ہے۔ ان کے ہر قول و عمل سے اپنے روحانی مرشد کی نسبت کا عکس جھلکتا تھا، ہر مجلس میں ذکرِ مرشد سے ان کی آنکھیں نم، اور لہجہ نرم ہو جاتا تھا۔ تحریکِ خدام اہل السنّت والجماعت سے ان کی وابستگی بھی اسی جذبۂ اخلاص کی آئینہ دار تھی۔ وہ اس تحریک کو صرف ایک تنظیم نہیں بلکہ خدمتِ دین اور وفاداریِ مرشد کا تسلسل سمجھتے تھے۔ یہی روحانی نسبت اور تعلق کی سچائی تھی کہ ان کے اخلاق میں وہ نرمی، گفتار میں وہ ٹھہراؤ اور نشست و برخاست میں وہ وقار نمایاں تھا جو کسی مردِ کامل کے فیضان کا ثمر ہوتا ہے۔ میں جب کبھی اُن کی زیارت سے مشرف ہوتا تو محسوس کرتا کہ گویا کسی متواضع مگر باوقار درویش کے سامنے بیٹھا ہوں، جس کی نگاہ میں محبت کی تپش بھی ہے اور شفقت کی ٹھنڈک بھی۔ مجھ جیسے کم علم، کم مایہ،

اور ظاہری طور پر محض ایک طالبِ علم کو وہ ایسی عزت و التفات سے نوازتے کہ دل ندامت سے بھر جاتا تھا۔ ان کے سامنے بیٹھ کر ہمیشہ یہ احساس غالب رہتا تھا کہ یہ مقام ہماری حیثیت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ملاقات کے اختتام پہ خطیر ہدیہ دینے میں وہ شفقت و محبت کی انتہا کر دیتے تھے۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ملاقات کے بعد کئی دنوں تک دل کی کیفیت سنبھلتی نہ تھی، اور جب دوبارہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتا تو ایک عجب حیا اور جھجک دامن گیر ہو جاتی تھی۔ زیرِ نظر کتاب میں مرحوم کی اپنے شیخ سے عقیدت اور اپنے خواجہ تاشوں نیز شاگردوں سے تعلق کے احوال و واقعات کے بھی مختلف پہلو نہایت سلیقے سے سمٹے ہوئے ہیں۔ مسودے کے مطالعے کے دوران بارہا دل نے گواہی دی کہ یہ رشتہ صرف شیخ و مرید کا نہیں بلکہ روحوں کی ایک ازلی وابستگی کا مظہر تھا۔ ایسی وابستگی جو ادب، اخلاص، اور عشقِ حقیقی کی روشنی میں پروان چڑھی تھی۔

''مردِ قلندر'' یہ صفحات دراصل اس محبت کے آئینے ہیں جو مولانا حافظ شاہ محمد صاحب رحمہ اللہ کے قلبِ مومن میں اپنے مرشدِ برحق حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے لیے ہمیشہ چمکتے رہے۔

قلندر بے نیازی و عشقِ الٰہی کا پیکر:

لفظ ''قلندر'' عربی و فارسی ادب میں ایک ایسا عنوان ہے جو زاہدِ حقیقی، مردِ درویش، اور سالکِ کامل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لغت میں قلندر اُس شخص کو کہتے ہیں جو دنیا کے ظاہری اسباب و علائق سے آزاد ہو کر سراپا تسلیم و رضا میں ڈوبا ہوا ہو۔ یہ وہ مردِ خدا ہوتا ہے جو شہرت سے دور، مگر باطن سے روشن؛ فقر میں غنی اور خاموشی میں گویائی رکھتا ہے۔ اہلِ تصوف کے ہاں قلندر اُس درجہ کا سالک ہوتا ہے جو سلوک و مجاہدہ کے تمام مراحل طے کر کے بندگی کی اس معراج پر پہنچ جائے کہ نہ اُسے ریا کی پرواہ رہتی ہے، نہ ملامت کی۔ اس کی نظر میں خالق کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ وہ ''لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون'' کی حقیقی تفسیر بن جاتا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے، جیسا کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمہ اللہ کے ملفوظات ''مرآت العاشقین'' میں ''قلندر'' کو ایک ایسے شخص کے طور پر بیان کیا ہے جو ظاہری قیود سے ہٹ کر چلتا ہے، لیکن یہ تعبیر زیادہ تر ایک مخصوص صوفیانہ تناظر میں ہے۔ اس کے برعکس

اکابر اہل علم و معرفت کی اکثریت نے ''قلندر'' کو صوفیہ کرام کے ایک خاص طبقہ اہل دل کے طور پر تسلیم کیا ہے، وہ طبقہ جو بے خوف، بے ریا، بے طلب، مگر سراپا عشق و اخلاص میں ڈوبا رہتا ہے۔ حضرت مولانا حافظ شاہ محمدؒ کی حیات و سیرت کو جب بغور دیکھا جائے تو اُن کی شخصیت میں ''قلندریت'' کے وہ تمام اوصاف جھلکتے دکھائی دیتے ہیں جو ایک مردِ کامل کا خاصہ ہوتے ہیں۔ ان کی سادگی میں وقار، انکسار میں عظمت، اور خاموشی میں اثر تھا۔ نہ نام و نمود کا شوق، نہ ظاہری زیب و زینت کا اہتمام، مگر دل ایسا کہ ذکرِ الٰہی سے لبریز، اور نگاہ ایسی کہ ہمیشہ حق پر مرکوز رہا کرتی تھی۔ ان کے مزاج میں ایک عجیب توازن تھا، علم کے ساتھ حلم، عمل کے ساتھ اخلاص، اور قربِ الٰہی کے ساتھ عاجزی۔ یہی تو ''قلندر'' کی پہچان ہے۔ وہ جو اللہ کا ہو کر سب سے بے نیاز ہو جائے۔ کتاب سوانح کے مصنف نے حضرت مولانا حافظ شاہ محمدؒ کی زندگی کو ''مردِ قلندر'' کے عنوان سے منسوب کر کے حقیقت میں نہایت موزوں، بامعنی اور دل نشین نام تجویز کیا ہے۔ یہ نام محض ایک لقب نہیں، بلکہ ان کی روحانی شان، درویشانہ وقار، اور عرفانی سیرت کا جامع عنوان ہے۔ جیسے ''قلندر'' فقر و فنا کا پیکر ہوتا ہے، ویسے ہی مولانا حافظ شاہ محمدؒ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں یہی رنگ اختیار کیا۔ دنیا کی کشمکش سے بے نیاز، مگر دین کے درد سے لبریز۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ:

"مردِ قلندر" صرف کتاب کا نام نہیں، بلکہ ایک عہدِ روحانیت کا تعارف ہے۔

میں اپنی دلی مسرّت و اخلاص کے ساتھ اس گراں قدر علمی و روحانی تالیف پر محترم حضرت مولانا ملک طاہر محمود اطہر صاحب دامت برکاتہم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

یہ کتاب دراصل ایک خواب دل کی تعبیر ہے، جسے انہوں نے فکر و محبت کے چراغ سے رقم کیا۔ گزشتہ ایام میں، جب میں چیچہ وطنی کے ایک روح پرور اجتماع میں شرکت کی غرض سے سفر میں تھا، تو راہ کی تنہائی میں میں نے اس کتاب کے مسودے کو ابتدا سے انتہا تک پڑھا۔ صفحات پلٹتے ہوئے یوں محسوس ہوا گویا حروف نہیں بلکہ معانی کے جگنو ہیں جو دل کے افق پر روشنی بکھیر رہے ہوں۔ واپسی کے دوسرے ہی روز دل پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی، قلم خود بہ خود جنبش میں آیا اور میں نے اُس مقدمے

کو تحریر کیا جس کا ارشاد محترم و مکرم مولف نے حضرت مولانا عظمت حیات صاحب اور مولانا حمزہ احسانی صاحب کے توسل و توسط سے فرمایا تھا۔ یہ خدمت میرے لیے محض ایک ادبی فریضہ نہیں، بلکہ عقیدت و نسبت کا ایک مظہر ہے۔ میں بارگاہِ ایزدی میں دستِ دعا بلند کرتا ہوں کہ ربّ کریم اس علمی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اور حضرت مرحوم کا فیضانِ علم و عرفان اُن کے قائم کردہ مرکزِ فیض جامعہ قاسمیہ رحمٰن پورہ کے ذریعے تا ابد جاری و ساری رکھے۔

ایں دعا از من و از جملہٗ جہاں آمین باد

رحماء بینھم کی ہی شان وصفت کا آفاقی ظہور

آنحضرت ﷺ کا تمام ادیان ونظریات پر آفاقی غلبہ ان صحابہ کے ذریعہ ہوگا جو آپ کی معیت پائے ہوئے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت اور مضبوط اور قوی اپنے بھائیوں کے ہمدرد اور مہربان ان کے ساتھ نرمی سے جھکنے والے اور تواضع سے پیش آنے والے ہیں، حدیبیہ میں صحابہ کی یہ دونوں شانیں چمک رہی تھیں۔

اشداء علی الکفار رحماء بینھم (سورہ الفتح کی آخری آیت کے) اس پس منظر میں یہ بات سمجھنی بہت آسان ہوجاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو اتنے مختصر وقت میں تمام ادیان عالم اور نظریات حیات پر غلبہ پایا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انہیں روشن صفات اور ایمانی جذبات کی جلوہ گری تھی جن کا قرآن کریم نے یہاں ذکر کیا ہے واقعی وہ ایسی صفات رکھتے تھے کہ وہ حضور ﷺ کے اس آفاقی غلبے اور اظہار دین کا سبب بنیں ان کی جنگیں جیتنے کا سبب ان کے اسباب کی قوت اور اسلحہ آلات کا زور نہ تھا ان کی قوتِ ایمانی ان کا صبر و استقلال ان کی ثابت قدمی ان کا باہمی اتفاق و اتحاد اور ان کی رحماء بینھم کی ہی شان وصفت کا آفاقی ظہور تھا، قرآن کریم میں ان کی یہ صفات اس وقت کی ہیں جب اللہ تعالیٰ حضور اکرم کو یہ آفاقی غلبہ دے رہے تھے۔ (از مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمہ اللہ)

اولیات وخصوصیات خلیفۂ بلافصل رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا محمد یوسف شیخوپوری

خلیفہ اول، خلیفہ بلافصل، افضل الناس بعد الانبیاء جانشین رسول امیر المومنین والمعصومین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح قصرِ امت کی پہلی اینٹ کو دیکھا جائے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے۔ جیسے رقم کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جائے پہلے تو وہ اکائی تھی جس سے پھر اعداد و شمار بڑھتے گئے، اسی طرح اسلام کی گنتی جس اکائی سے شروع ہوئی اسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اکابرین کی تحریرات سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چند اولیات وخصوصیات ہدیۂ قارئین ہیں۔

① وہ امور جن میں اللہ تعالیٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اول درجہ فضیلت نصیب فرمائی۔ آپ ہی وہ واحد ہیں جو آزاد مردوں میں سب سے اول مشرف بہ اسلام ہوئے اور کسی دوست کے ساتھ بغیر مشورہ اور صلاح کے ایمان لائے۔

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دو تختیوں کے درمیان جمع کیا۔

③ علامہ عینی رحمہ اللہ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر (حویلی) کے صحن میں مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی ابتداء کی۔ یہ پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔

④ تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جماعت کی صورت میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہلے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے والے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

⑤ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجد نبوی کی بنیاد سب سے پہلے رقم

خرچ کر کے ڈالی اور اپنی طرف سے رقم خرچ کر کے سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے سبقت حاصل کی (یہ سب آقا ﷺ کے ارشاد سے ہوا)۔

⑦ مشکوۃ شریف میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ضرور تو ہی وہ پہلا شخص ہوگا جو میری امت میں سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔

⑧ طبقات ابن سعد میں ہے کہ پہلا حج جو اسلام میں ہوا اس میں نبی اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہلا امیر حج بنا کر روانہ فرمایا جو آئندہ سال حضور علیہ السلام حج کو خود تشریف لائے۔

⑨ مشکوۃ میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں گا (موت کے بعد قیامت میں) جو زمین سے اٹھوں گا پھر ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) اٹھیں گے۔

④ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس عالم سے رخصت ہونے کے اختیار کی اطلاع پر سب سے اول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہوئے۔ حالانکہ باقی اصحاب رضی اللہ عنہم ان کی اس حالت پر متعجب تھے کہ نبی کریم ﷺ ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقال کے اختیار ملنے کی اطلاع دے رہے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔

⑩ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ عظیم الشان انسان ہیں جنہیں اسلام میں خلیفہ رسول اور خلیفۃ المسلمین بلافصل کے نام سے پکارا گیا۔

خصوصیات

وہ امور فضیلت جو خصوصی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہیں اور انہی کا خاصہ ہیں۔

(۱) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی چار پشتیں صحابی ہیں یعنی ابوعتیق محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر الصدیق ابی قحافہ رضی اللہ عنہم (ازالۃ الخفاء)

(۲) واقعۂ ہجرت جو اسلام میں بہت بڑی فضیلت اور اہمیت رکھتا ہے اس میں ابتدائے ہجرت سے آخری اوقات تک آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ (الاصابہ)

(۳) قیام غار ثور کا شرف معیت اور حاضری سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں "ثانی اثنین اذھما فی الغار" کے خوبصورت الفاظ سے فرمایا۔

(۴)"واقعه في المشاهد كلها الى ان مات، اصابه مع استیعاب" (یعنی سیدنا صدیق اکبر نبی کریم ﷺ کے ساتھ حاضری کے تمام ضروری مواقع میں سب جگہ حاضر رہے۔

(۵) آپ ﷺ نے فرمایا کہ محبت اور سنگت کے اعتبار سے اور مال و دولت صرف کرنے کے اعتبار سے تمام لوگوں میں مجھ پر زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں یعنی حضور ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محسن ابوبکر ہیں (بخاری)۔

(۶) ''عتیق'' (آگ سے آزاد شدہ) کا لقب خصوصی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کو پسند ہو کہ وہ آگ سے آزاد شدہ انسان کو دیکھے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کرے۔ (اصابہ)

(۷) آنحضرت ﷺ کی مرض الوفات کے دوران آپ نے مسلمانوں کی نماز کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی امام بنایا۔ حضور ﷺ کے حکم سے آپ کے مصلیٰ پر آپ کی حیات میں آپ نے ۱۷ سے ۲۱ نمازوں کی امامت کروائی۔ (طبقات)

(۸) آپ ﷺ کی وفات جیسے ہوش رُبا حادثہ اور قیامت خیز واقعہ کے وقت بھی باہوش اور بااستقلال رہنے والے صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنہوں نے سب کو صبر کی تلقین کر کے سنبھالا۔

(۹) حضور اکرم ﷺ کی پیشانی مبارک کا بوسہ لینا صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی نصیب ہوا۔

(۱۰) وفات کے بعد آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ کے بالکل متصل آرام گاہ تاقیامت سیدنا صدیق کو ہی حاصل ہے۔

مختصر یہ کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کو جتنا قرب آپ ﷺ کے ساتھ اس عالم میں تھا اتنا ہی عالمِ برزخ مین اتنا ہی عالم آخرت اور بہشت میں بھی ہوگا)۔

سبحان الله على حسن رفاقته۔

*****

صحابہ کرام و شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں غیر مسلم فضلاء اور مستند مغربی مؤرخین کی شہادتیں

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

صحابہ کرام و شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں درج ذیل سطور کے اندر ہم چند غیر مسلم فضلاء اور مستند مؤرخوں کی شہادتیں نقل کرتے ہیں۔

مغربی فاضل کائتانی اپنی کتاب ''سنین اسلام'' میں کہتا ہے:

''یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اخلاقی وراثت کے سچے نمائندے، مستقبل میں اسلام کے مبلغ اور محمد (ﷺ) نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں اس کے امین تھے، رسول اللہ کی مسلسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو فکر و جذبات کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا تھا جس سے اعلیٰ متمدن ماحول کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

درحقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا اور بعد میں انہوں نے جنگ کے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد (ﷺ) کے اصول و افکار کی تخم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی تھی، جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے، یہ لوگ مقدس صحیفے کے امین اور اس کے حافظ تھے اور رسول اللہ (ﷺ) سے جو لفظ یا حکم انہیں پہنچا تھا اس کے زبردست محافظ تھے۔ یہ تھے اسلام کے قابل احترام پیشتر و جنہوں نے مسلم سوسائٹی کے اولین فقہاء، علماء اور محدثین کو جنم دیا۔'' (تمدن عرب، صفحہ: ۱۲۴)

مشہور فرانسیسی مصنف ڈاکٹر لیبان اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تمدن عرب'' میں لکھتا ہے:

''غرض یہ ہے کہ اس نئے دین کو بہتیرے مواقع درپیش تھے اور بے شک وہ اصحاب نبی (ﷺ) کی خوش تدبیری تھی جس نے انہیں ان مواقع پر کامیاب کیا، انہوں نے خلافت کے لیے ایسے ہی اشخاص کا انتخاب کیا جن کی ساری غرض اشاعت دین محمدی تھی۔'' (تمدن عرب، صفحہ: ۳۸۴۔۳۸۵)۔

مشہور انگریز مصنف گبن (Edward Gibbon) خلفائے راشدین کے متعلق اپنی کتاب ''زوال وسقوط روما'' میں لکھتا ہے:

''پہلے چار خلفاء کے اطوار صاف اور ضرب المثل تھے، ان کی سرگرمی، ولدہی اخلاص کے ساتھ تھی اور ثروت واختیار پا کر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے فرائض اخلاق اور مذہبی میں صرف کیں۔'' (تمدن عرب، صفحہ: ۳۸۴۔۳۸۵)۔

ڈاکٹر فلپ ہٹی (Dr Philip Hitti) اپنی مشہور کتاب ''مختصر تاریخ عرب'' میں لکھتا ہے:

''ابو بکرؓ مرتدین کو مغلوب کرنے والے اور جزیرۃ العرب کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے متحد کرنے والے ایک سیدھی سادی زندگی گزارتے تھے جو متانت و وقار سے بھری ہوئی تھی، وہ اپنی خلافت کی مختصر مدت کے پہلے چھ مہینے میں روزانہ اپنی قیام گاہ ''سخ'' سے جہاں وہ اپنے مختصر خاندان کے ساتھ ایک معمولی سے مکان میں رہتے تھے، صبح اپنے دارالحکومت مدینہ کی طرف آتے تھے، وہ حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے، اس لیے کہ اس وقت حکومت کی کوئی آمدنی نہیں تھی جو قابل ذکر ہوا، وہ حکومت کے تمام کام مسجد نبویؐ کے صحن میں بیٹھ کر انجام دیتے تھے۔

ان کے باصلاحیت جانشین عمر (۶۳۴۔۶۴۴ء) سادہ زندگی بسر کرنے والے اور بہت فعال تھے۔ دراز قد، مضبوط جسم اور سر کے بال گر گئے تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد کچھ عرصہ تجارت ان کا ذریعہ معاش تھی اور بالکل بدو سرداروں کی طرح ان کی زندگی شان وشوکت اور بڑائی کے مظاہر سے دور تھی۔ ان کا بے داغ کردار ان کے جانشینوں کے لیے ایک مثال تھا، بتلایا جاتا ہے کہ ان کے پاس صرف ایک قمیص اور ایک لبادہ تھا جس پر پیوند لگے ہوئے تھے، کھجور کی چھال بھرے ہوئے بستر پر سوتے تھے اور انہیں دین کی پاس داری، انصاف اور حکومت کو اسلام اور عربوں کے لیے محفوظ رکھنے کے علاوہ اور کسی بات کی فکر نہیں تھی۔'' (مختصر تاریخ عرب: ۱۷۵۔۱۷۶)

سر ولیم میور (Sir William Muir) اپنی مشہور کتاب ''تاریخ خلافت اولیٰ'' میں لکھتے ہیں:

''ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دربار کی سادگی کا وہی عالم تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا۔ نہ خدام تھے اور نہ محافظ اور نہ حکومت کی شان و شوکت ظاہر کرنے والی کوئی اور شے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ محنت کے عادی تھے اور ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملات کی جزئیات پر بھی نظر رکھتے تھے۔ راتوں کو وہ مصیبت زدہ اور غرباء کی تلاش میں گھومتے رہتے۔ حکومت کے عُمّال اور اعلیٰ حکام کو تعینات کرنے میں کنبہ پروری یا طرف داری سے بالاتر تھے اور ان کے کردار سے عقل و دانش کا اظہار ہوتا ہے۔" (تاریخ خلافت اولیٰ: ۱۲۳)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمر رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ انہی کی دانائی، استقلال کا ثمرہ تھا کہ اس دس سال کی مدت میں شام، مصر، فارس کے علاقے جن پر اس وقت سے اسلام کا قبضہ رہا ہے تسخیر ہوگئے، مگر باوجود ایسی عظیم الشان سلطنت کے فرماں روا ہونے کے آپ کو کبھی اپنے فیصلے، فراست اور متانت کی میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب کے ساتھ اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز صوبوں سے لوگ آتے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن کے چاروں طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہاں ہیں؟ حالانکہ شہنشاہ یعنی خلیفہ سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔"

مستند مؤرخین میں سنی فضلاء اور مصنفین کے بجائے جسٹس سید امیر علی کی کتاب (A Short History of the Saraeens) سے شہادت ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں:

"خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں کی جو سیاسی حالت تھی اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو جو منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے وہ ایک عوامی حکومت کا ہے جس کا سربراہ ایک منتخب شدہ امیر تھا، جو محدود اختیار کا مالک تھا۔ رئیس مملکت کے خصوصی اختیارات انتظامی اہتمامی امور کے دائرہ کے اندر محصور تھے۔ قانون سب کے لیے ایک تھا، امیر کے لیے بھی اور غریب کے لیے بھی، صاحبِ اقتدار کے لیے بھی اور کھیت پر محنت ومشقت کرنے والے کے لیے بھی۔"

وہ آگے لکھتے ہیں:

"خلفائے راشدین نے جس سخت گیری سے اپنے آپ کو عوام کی بہبود کے لیے وقف کر رکھا

تھا اور جس انتہائی سادگی سے وہ زندگی بسر کرتے تھے، وہ ہادیٔ اسلام کی مثال کی پوری پوری تقلید تھی، انہوں نے خدام وحشم اور ظاہری شان وشوکت کے بغیر محض اپنے حسن کردار اور سیرت کی مدد سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔'' (ماخوذ از: روحِ اسلام، ص:۴۳۳)

جہاں تک حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے، تو سید امیر علی نے ان کے زاہدانہ طرزِ زندگی کی معدلت شعاری اور ان کی خدمات اور احسانات کا پوری فراخ دلی اور زورِ قلم کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی دانش مندی اور اعتدال کی وجہ سے امتیاز خاص کے مالک تھے، ان کے انتخاب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خاندانِ نبوت نے اپنے روایتی خلوص اور اسلام کے ساتھ وفاداری اور دلی وابستگی کی بنا پر تسلیم کیا۔'' (A Short History of the Saraeens, P:21)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی اسلام کے لیے بڑی قدر و قیمت کی حامل تھی۔ وہ اخلاقی طور پر ایک مضبوط طبیعت و سیرت کے آدمی، انصاف کے بارے میں بڑے بااصول اور حساس، بڑی قوت عمل اور سیرت کی پختگی کے آدمی تھے۔'' (A Short History of the Saraeens, P:27)

اللہ تعالیٰ کا نام لینا بذاتِ خود ایک نعمت ہے

آج کل تو لوگ اپنے مکاشفات کا ڈھنڈورا پیٹتے نظر آتے ہیں حالانکہ اہل کمال تو کہتے ہیں کہ کشف و کرامت ظاہر ہو یا نہ ہو ہمیں تو اپنے رب سے تعلق قائم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جائے تو بس سبھی کچھ مل گیا۔ اسی کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ لذات کا طالب کبھی خدا کا طالب نہیں ہو سکتا۔ یعنی ذکر کرنے والے کو اگرچہ ذکر میں روحانی لذت ملتی ہے لیکن لذت نہ بھی ملے تو ذکر نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ لذات کا طالب ہے خدا کا طالب نہیں۔ صوفیہ کرام کتنی باریک باریک باتیں فرما جایا کرتے تھے۔ بھائی اللہ تعالیٰ کا نام لینا بذاتِ خود ایک نعمت ہے۔ لذات آئے تو انعام ہے اور اگر نہ آئے تو مجاہدہ ہے۔

(قائد اہل سنت کا ایک یادگار ملفوظ / خطاب جمعۃ المبارک چکوال، ۱۲/ اگست ۱۹۷۷ء)

خلفائے راشدین اور اُن کے عظیم کارنامے

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی

[یہ مولانا مدظلہ کی کتاب ''خلفائے راشدین اور ان کے عظیم کارنامے'' پر انہی کا فاضلانہ مقدمہ ہے، جسے حسبِ ضرورت ترمیم کے بعد قارئین کے استفادہ کے لیے میں شائع کیا جارہا ہے:۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين۔ (میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو)۔

رسول اللہ ﷺ نے خلفائے راشدین کی اطاعت کی بار بار تاکید فرمائی اور ان کے طریقہ کو اپنانے کا حکم دیا، قرن اول کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''خير أمتي القرن الذي بعثت فيهم'' (میری امت میں سب سے بہترین وہ صدی ہے جس میں میری بعثت ہوئی)۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کو مکمل طور پر گلے لگایا تھا، اس برگزیدہ اور نبی کی تربیت یافتہ جماعت کا ہر ہر فرد پیغمبرانہ تربیت کا بہترین نمونہ اور نسل انسانی کے لیے سرمایۂ افتخار تھا۔

بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت انبیاء کرام کے بعد سب سے زیادہ معزز اور بہترین انسانی نمونہ تھی، یہ جماعت رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عشق میں اس قدر سرشار تھی اور اس کے ہر ہر فرد میں اطاعت و جاں نثاری کا ایسا جذبہ موجزن تھا جس کی مثال عشق و محبت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''صحابہ کرام کی محبت و جاں نثاری، اطاعت و فرماں برداری، اپنے اور اپنے اہل و عیال پر رسول اللہ ﷺ کو ترجیح دینے کی ایسی ایسی مثالیں ہیں جن کو تاریخ انسانی نے نہ کبھی پہلے دیکھا ہے اور نہ ہی اس کے بعد دیکھ سکے گی،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”جس کو پیروی کرنا ہو اس کو چاہیے کہ وہ مرنے والے کی پیروی کرے، کیوں کہ زندہ فتنہ سے محفوظ نہیں ہے، یہ محمد ﷺ کے اصحاب ہیں جو واللہ اس امت کے سب سے بہترین لوگ ہیں، دل کے نہایت نیک، علم میں سب سے گہرے اور تکلف میں سب سے کم تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کے قیام کے لیے ان کا انتخاب فرمایا تم ان کی فضیلت سمجھو اور ان کے طریقہ کو اختیار کرو اور جس قدر ہو سکے اُن کے اخلاق اور دینداری کو اپناؤ اس لیے کہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔“ (شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲-۱۵)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل میں بے شمار حدیثیں موجود ہیں، انہوں نے اسلامی احکام کو عملی جامہ پہنایا اور مشرق و مغرب میں اسلام کی اشاعت کی، وہ اپنے ذوق و مزاج اور فطری اوصاف و خصوصیات میں مختلف ضرور تھے لیکن اسلام کے نام پر سب شیر و شکر ہوئے تھے، اعلائے دین اور اخلاص سب کا مقصود اور مطمحِ نظر رہتا تھا، ان کی زندگی کا مقصد ہی خلق خدا کی رہبری و رہنمائی تھی، صحابہ کرام جہاں بھی جاتے وہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ ضرور ادا کرتے اور انسانی معاشرہ کو اسلامی اخلاق سے آراستہ کرنے کی فکر کرتے تھے۔

صحابہ کرام دنیاوی معاملات میں جس طرح نہایت ذہین اور فہم و فراست کے مالک تھے، اسی طرح دین و آخرت کے معاملہ میں بھی زہد و ورع اور تقویٰ کی بلند چوٹی پر فائز تھے، وہ زمین میں اپنی بلندی اور شان و شوکت کے طلب گار نہ تھے اور نہ ہی زمین میں فتنہ و فساد کو پسند کرنے والے، بلکہ وہ تمام لوگوں کے لیے میزان عدل تھے، انصاف کے خوگر تھے، خواہ اپنے خلاف، اپنے والدین اور اعزہ و اقرباء کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، وہ انسانیت اور دنیا کے لیے سرمایۂ نجات تھے اور اللہ کے دین کی دعوت ہمیشہ اُن کے پیش نظر رہتی، رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ان کو اپنا جانشین اور اپنے پیغام کا علمبردار بنا دیا تھا۔

خلفائے راشدین اس امت کے بہترین افراد تھے، ان کا تذکرہ اللہ تبارک و تعالیٰ یوں فرماتے ہیں: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

خلفائے راشدین کے بارے میں تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ وہ مذکورہ صفات کے حامل تھے [ازالۃ الخفاء: ۱/۲۱۹-۲۲۴]۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام کی فضیلت اور ان کے درجات کی بلندی کا متعدد بار ذکر فرمایا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کی ترتیب ایک خدائی اور ربانی ترتیب تھی۔ (ازالۃ الخفاء: ۱/۱۶۵)

خلفائے راشدین کا اسوۂ امت کے سامنے رکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی ہمیشہ ضرورت ہے، اس لیے کہ اُن کے زمانہ میں ہر طرح کے سیاسی، تربیتی، اخلاقی، فکری اور فقہی حالات و واقعات پیش آتے رہے، فتوحات کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا، مختلف قوموں کے ساتھ ان کا طریقۂ کار کے ذکر سے ان کی سیرت اور تاریخ بھری ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے خلفائے راشدین کے اسی منہج کو اختیار کرنے اور ان کی سنت و اسوۂ کو مضبوطی سے تھامنے کی تاکید فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی۔ (تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو)۔ (ابوداؤد، ۴۶۰۷)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

تکون النبوة فیکم ماشاء الله أن تکون، ثم یرفعها اذاشاء أن یرفعها، ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة، فتکون ماشاء الله أن تکون، ثم یرفعها اذا شاء الله أن یرفعها، ثم تکون ملکا غاضاً، فیکون ماشاء الله أن یکون، ثم یرفعها اذا شاه أن یرفعها، ثم تکون ملکا جبریة، فتکون ماشاء الله أن تکون، ثم یرفعها اذا شاء أن یرفع۔ (مسند احمد: ۴/۲۷۳)

”نبوت تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اس کو اللہ اٹھا لے گا جب اللہ اٹھانا چاہے گا، پھر خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اس کو اٹھا لے گا، جب اللہ اٹھانا چاہے گا، پھر ظالم حکومت ہوگی، اور جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی، پھر اللہ جب چاہے گا اس کو اٹھا لے گا، پھر جبر والی ملوکیت ہوگی، اور جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی، پھر جب اللہ چاہے گا اس کو اٹھا لے گا۔)

بعض محققین خلافت راشدہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، پہلے دور میں اسلام کی اشاعت و ترقی اور دوسرے دور میں اس ترقی کے رک جانے کا تذکرہ کرتے ہیں، پہلے دور کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منسوب کرتے ہیں اور دوسرے دور کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منسوب کرتے ہیں، لیکن یہ بات محل نظر ہے، اس لیے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی خلافت نبوت کے مکمل نمائندہ تھے، ان کے درمیان فضائل ومناقب کے باب میں گرچہ کچھ تفاوت ہو لیکن دونوں خلافت راشدہ کی صحیح روح کی ترجمانی کرنے والے اور خلافت راشدہ کی عظمت واہمیت کے حامل تھے، خلافت راشدہ کا مطلب بلاد اسلامیہ کی کثرت اور فتوحات کی وسعت نہیں ہے، کیوں کہ اگر اسی کو معیار قرار دیا جائے تو عبدالملک بن مروان اور ہارون رشید خلفائے راشدین سے بھی بڑے خلیفہ قرار پاتے، حالاں کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے، خلافت راشدہ دراصل پیغام محمدی کی تعبیر وتشریح اور اس کے مقاصد کی تکمیل کا نام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو پیغام حق سنایا اور جس پیغام کی خاطر اپنی پوری زندگی وقف کی اور ایمان و یقین، اطاعت خداوندی، فکر آخرت، مال و دولت کی طلب میں اعتدال اور زہد و ورع کی جو تعلیم دی تھی سب کا خلاصہ خلافت راشدہ میں پوشیدہ ہے، گویا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا عکس ہے، سیرت نبوی بھی اسی حقیقت کی تشریح وتعبیر ہے، اس حقیقت کو جو سمجھنا چاہے اس کو معرکۂ بدر و خندق، سفر تبوک، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے واقعات کا مطالعہ کرنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئس (۲۳) سالہ نبوی زندگی زہد و ورع اور صبر و مجاہدہ پر مشتمل ہے، جس کا سلسلہ شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کے ساتھ محاصرہ سے شروع ہوتا ہے اور زندگی کے آخری ایام تک جاری رہتا ہے جب آپ کے گھر میں چراغ تک روشن نہیں ہو پاتا تھا اور وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ مبارک ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی (صحیح بخاری: ۲۹۱)۔

خلفائے راشدین کی سیرت اور ان کے عہد خلافت کی تفصیل کو اگر ہم اس نظریہ سے دیکھیں تو یہ طریقۂ نبوی اور منہج رسالت کے عین مطابق نظر آتی ہے۔

تاریخ کے صفحات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صبر و استقامت کے واقعات نمایاں طور

پر درج ہیں، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن ان کی ثابت قدمی اور استقامت، تاریخ کے نازک ترین وقت میں امت کو ایمان پر ثابت قدم رکھنا، فتنۂ ارتداد کی سرکوبی، جھوٹے مدعیان نبوت سے مقابلہ اور ان کے فتنہ کو ختم کر دینا، یہ سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اوراق زندگی کے روشن ابواب ہیں، انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں فتوحات اسلامیہ کا دائرہ بھی بہت وسیع کیا، ایک ہی وقت میں رومیوں، ایرانیوں اور صلیب کے پجاریوں سے پنجہ آزمائی کی، بڑے بڑے ظالموں اور سرکشوں سے مقابلہ آرائی میں امت اسلامیہ کی قیادت فرمائی، حضرت اسامہ کے لشکر کو اس وقت ملک شام کی طرف بھیجا جب مرکز اسلام ''مدینہ منورہ'' کو اس لشکر کی موجودگی کی سخت ضرورت تھی، کیونکہ دشمنانِ اسلام نے ''مدینہ منورہ'' کو چہار جانب سے گھیر لیا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پیروی میں آپ نے کچھ بھی خیال نہیں فرمایا اور سخت حالات میں بھی دنیا کی دو بڑی طاقتوں (ایران و روم) کی طرف فوج کشی کی، یہ سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزیمت و استقامت اور ایمان و اطاعت کے ایسے نمونے تھے کہ ان کی مثال انبیاء اور ان کے خلفاء کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روم، شام اور قادسیہ اور یرموک کی جنگوں میں بے مثال کردار ادا کیا، انہوں نے کبھی بھی لشکروں کی تعداد، ان کے ساز و سامان اور اسلحہ کی طرف نظر نہیں کی، بلکہ ہمیشہ اللہ سبحان وتعالیٰ پر بھروسہ کیا اور اللہ کی مدد کے طلب گار رہے، انہوں نے اپنی فوج کو ہمیشہ نیک اعمال کرنے اور اچھے اخلاق برتنے کی دعوت دی، اللہ کے فضل وکرم سے ان تمام جنگوں میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کتاب زندگی کا بھی ایک ایک ورق نہایت شاندار اور روشن ہے، تاریخ پر نگاہ بصیرت رکھنے والے کو اس میں حضرت عثمان ذی النورینؓ کی عظمت و بلندی کے جلوے نظر آتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس طرح اپنے ایمان میں نہایت درجہ راسخ العقیدہ تھے، اسی طرح بلند اخلاقی، علمی رسوخ، تعلق مع اللہ، سنت نبوی کی کامل پیروی میں نہایت ممتاز تھے، نیز سبائیوں اور ان جیسی جماعتوں کے مقابلہ میں پوری ثبات قدمی کے ساتھ اپنے منہج پر قائم رہے،

”حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد صاحب کی خدمت میں گزارش“

جناب محمد حذیفہ راجکوٹی صاحب

نوٹ: 28/ستمبر/2025 بروز اتوار، حلیم کالج گراؤنڈ چمن گنج، کانپور، ہندوستان میں ”عظمت حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کانفرنس“ کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں ہندوستان کے متعدد نامور اہل علم نے بیانات کئے، انہی اہل علم میں سے ایک بزرگ حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب بھی تھے آپ نے بھی اس کانفرنس میں مفصل خطاب فرمایا لیکن دوران خطاب حضرت مولانا جادہ اعتدال پر قائم نہ رہ سکے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے، سیاسی اعتبار سے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیا حالانکہ یہ بات مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف ہے، حضرت مولانا کا یہ بیان جب سوشل میڈیا کی برقی لہروں کے ذریعے مشتہر ہوا تو اس وقت درج ذیل مضمون فیس بک پر لکھا تھا جو کہ الحمدللہ ہزاروں لوگوں تک پہنچا، اور ہمارا غالب گمان ہے کہ یہ مضمون حضرت مولانا اور ان کے متوسلین تک بھی پہنچا ہے لیکن اس کے باوجود آج تک حضرت مولانا نے اپنے اس بیان کی کوئی وضاحت یا اس حوالے سے کوئی رجوع شائع نہیں فرمایا اسلئے اتنے طویل انتظار کے بعد حضرت مولانا کی اس سنگین غلطی کو واضح کرنے کیلئے اور اسے ریکارڈ میں محفوظ کرنے کیلئے کچھ اضافوں کے ساتھ قارئین "حق چاریار" کے سامنے درج ذیل مضمون پیش کیا جارہا ہے۔

ابھی سوشل میڈیا پر گردش کرتا ہوا ایک ویڈیو کلپ نظروں سے گزرا جس میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب فرمارہے ہیں کہ: "سیدنا علی کی ذاتی زندگی کی فضیلت...... میں لفظ بول رہا ہوں "ذاتی زندگی....." بہت (Underline) کئے جانے والا لفظ ہے، ان کی بزرگی ہر شبہ سے بالاتر

ہے، لیکن مجھے کہنے دیجئے، سیدنا علی کی عظمتوں کے سامنے سر جھکا کر میں کہتا ہوں کہ "سیاسی چیلنجز" کا مقابلہ کرنے کی جو صلاحیت اللہ نے سیدنا معاویہ کو دی تھی وہ ان ہی کا نصیب تھا...... ایک ہوتا ہے "طریق ولایت" اور ایک ہوتا ہے "طریق نبوت"...... "طریق نبوت" میں جامعیت زیادہ ہوتی ہے"...... طریق ولایت" کے امام، ساری دنیا مانتی ہے کہ سیدنا علی ہیں لیکن "امور مملکت کو سنبھالنا یہ الگ صلاحیت ہے۔انتھی بلفظہ "حضرت مولانا کی مذکورہ بالا گفتگو سن کر بڑا تعجب ہوا کہ مولانا آخر ایسی گفتگو کیوں فرما رہے ہیں جو سراسر "عقیدہ خلافت راشدہ" اور مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف ہے، شاید مذکورہ بالا گفتگو کرتے ہوئے "عقیدہ خلافت راشدہ" مولانا کو متحضر نہیں ہوگا، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کا "خلافت راشدہ" کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ:"حضرات خلفاء راشدین کو جو خلافت ملی ہے وہ اللہ رب العزت کے خصوصی وعدے (جس کا ذکر سورۃ النور کی آیت نمبر: 55 میں ہے) کے تحت ملی ہے اور بقول حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ یہ چاروں حضرات اللہ کے "نامزد" کردہ خلفاء تھے اور ان کے ہاتھوں جو کچھ "ظہور پذیر" ہوگا وہ وعدہ الہیہ کا مظہر اور اللہ رب العزت کا پسندیدہ دین ہوگا" (ملاحظہ ہو کتاب "بولتے حقائق" ص: 234،235، مؤلفہ: مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ) جب اہل السنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت چوتھے "خلیفہ راشد" بنے تو آخر کس بنیاد پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں سیاسی معاملات میں برتر کہا جاسکتا ہے؟ جیسا کہ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کی مذکورہ بالا گفتگو سے مترشح ہو رہا ہے بھلا جسے اللہ رب العزت اپنے وعدے کے تحت خلیفہ مقرر کرے وہ بھی اگر اپنے دور کے "سیاسی چیلنجز" کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اسے خلیفہ مقرر کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟،

دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنے دور کے "سیاسی چیلنجز" کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے تو پھر آخر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین" کہہ کر امت کے درمیان اختلافات کے دور میں خلفاء ثلاثہ سمیت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی پیروی کا حکم کیوں دیا؟، ظاہر ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ حکم دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس موقع پر درست سیاسی پوزیشن پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

اسی طرح حضرات فقہاء کرام کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگوں سے "بغاۃ" کے احکام مستنبط کرنا اوران معاملات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسوہ قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دور کے "سیاسی چیلنجز" میں اپنے پیشرو خلفاء ثلاثہ کی طرح بالکل کامیاب و کامران ہوئے تبھی تو فقہاء کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افعال سے "سیاسی مسائل" کے حل مستنبط کئے کہ اگر "بغاۃ" خوارج کی طرح فسادی ہوں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا اور اگر حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح اہل عدل و امانت میں سے ہوں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے۔

اسی طرح امت کے فقہاء و محدثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آنے والے سیاسی معاملات میں نصوص کی بنیاد پر ان کی "تصویب" اور مقابلے میں آنے والے خوارج کی تغلیط و تردید کرکے اور اسی طرح مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی "خطاء اجتہادی" بیان کرکے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ اپنے دور میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی سیاسی معاملات میں درست پوزیشن پر تھے۔

لہٰذا مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کی ذکر کردہ بات سراسر بے بنیاد اور باطل ہے اور حضرت مولانا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف "طریق ولایت" کا امام قرار دینا بالکل غلط اور باطل ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ جس طرح "طریق ولایت" میں امام ہیں اسی طرح اپنے دور میں سیاسی معاملات میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی امام تھے اور "راہ صواب" پر تھے لہٰذا اپنے دور کے ان معاملات میں کوئی بھی صحابی رضی اللہ عنہ ان سے اعلیٰ و برتر نہ تھے چاہے وہ امام تدبر و سیاست حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہوں، لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دور کے اعتبار سے بلاشبہ "سیاسی چیلنجز" کا مقابلہ کرنے میں امام تھے لیکن خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں انہیں ہرگز نہیں لایا جاسکتا دونوں بزرگوں کا اپنا اپنا مقام ہے اور یہی اہل السنّت والجماعت کا معتدل مسلک ہے، اللہ رب العزت ہمیں اسی پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔

آخر میں "ختامہ مسک" کے طور پر قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی

مایہ ناز کتاب "خارجی فتنہ" کی پہلی جلد سے ایک اقتباس (جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے) پیش کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں، چنانچہ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:"اہل السنّت کے اجماعی عقیدہ کے مطابق حضرات خلفاء اربعہ بترتیب ایک دوسرے سے افضل ہیں،ان کی خلافت کا استحقاق بھی اسی ترتیب پر مبنی ہے اب اگر کوئی شخص حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو حضرات شیخین (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) پر ازروئے خلافت فوقیت دیتا ہے تو ہم حضرت ذوالنورینؓ کی شرعی عظمت کو محفوظ رکھتے ہوئے دلائل سے اس کا جواب دیں (البتہ جزوی فضیلت اس سے مستثنیٰ ہوگی) اسی طرح کوئی شخص حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی (ازروئے خلافت وامامت) خلفائے ثلاثہ خصوصا شیخینؓ پر برتری کا قائل ہوگا تو ہم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شرعی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دلائل سے اس کی تغلیط کریں گے (البتہ جزوی فضیلت اس سے مستثنیٰ ہوگی) حالانکہ خلفائے اربعہ کے باہمی تفاضل اور استحقاق خلافت میں اشتباہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ چاروں خلفاء مہاجرین[1] اولین میں سے ہیں، بیعت[2] رضوان میں شامل ہیں بدر واحد[3] وغیرہ مشاہد خیر میں شریک ہیں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بدر کی غنیمت میں سے حصہ دیا گیا تھا اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سفر تبوک میں تشریف نہیں لے گئے تھے) چاروں[4] عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور چاروں[5] آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہیں، یہی چاریار[6] حدیث "علیکم بسنتی وسنة الخفاء الراشدین المھدیین" کی مراد ہیں، اسی اصول کے تحت اگر کوئی شخص دور خلافت مرتضوی میں (ازروئے سیاست وخلافت) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی برتری کا قائل ہوگا تو ہم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور ان کی موعودہ خلافت کا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے پورا پورا دفاع کریں گے حالانکہ خلفائے اربعہ کی مذکورہ خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شریک بھی نہیں ہیں اور اس میں کوئی اشتباہ بھی واقع نہیں ہوسکتا البتہ یہاں بھی ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی عظمت کا پورا پورا تحفظ کرتے ہوئے جواب دیں گے تاکہ کسی پہلو سے ان جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی تنقیص وتوہین لازم نہ آئے اور حضرات اکابر اہل سنت نے یہی طرز تحقیق اختیار فرمایا ہے"(ص:420،421)

✱✿✱✿✱✿✱

الوداع! مولانا نور محمد آصف رحمہ اللہ

حضرت مولانا زاہد حسین رشیدی

علم وتقویٰ کے پیکرِشرافت ونجابت سے سرشار ہمارے مخدوم بزرگ استاد العلماء عالم ذیشان حضرت مولانا نور محمد آصف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی داغ مفارقت دے گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت موصوف رحمۃ اللہ تعالی علیہ کوحق تعالیٰ نے عالمانہ صفات اورزاہدانہ شان سے نواز رکھا تھا۔آپ کے دن تعلیم وتعلم .ذکر وعبادت۔وعظ وتبلیغ اور خدمت خلق میں گزرتے تھے جب کہ آپ کی راتیں زہد وعبادت سے معمور تھیں۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا کمال کا جملہ بولا گیا ہے:ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک باز جماعت دن کو جہاد فی سبیل اللہ اوردین کی نشر واشاعت کی غرض سے گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتی تھی جب کہ ان کی راتیں مصلیٰ پر کھڑے گزرتی تھیں۔حضرت مولانا نور محمد صاحب آصف رحمۃ اللہ علیہ عشق صحابہ کی دولت سے مالا مال تھے چنانچہ آپ کو بھی حق تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سی یہ شان عطا کررکھی تھی۔ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ فضول گوئی اور لایعنی سے کوسوں دور تھے وقت کی قدر و قیمت جانتے تھے چنانچہ ایک ایک منٹ ماپ تول کر گزارتے اور ضیاع وقت سے ہمیشہ دور رہتے۔طبیعت متواضع اور ملنسار تھی ۔ جب کہ نرم خوی اور دھیمی مسکراہٹ ہمیشہ چہرے پر سجائے رکھتے تھے۔شفقت غالب تھی اوردوسروں کا ہمیشہ احساس رہتا تھا۔مجلس میں نمایاں نہیں ہوتے تھے۔ممبر ومحراب سے وابستہ ہونے کے باوجود پچھلی صفوں میں بیٹھنے کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ان کا بیان مدلل مثبت اور نظریاتی ہوتا تھا۔:ہم کہہ سکتے ہیں:

تھیں اس ایک شخص میں رعنائیاں کیا کیا
ہزار لوگ ملیں مگر کہاں وہ شخص

حضرت مولانا نور محمد صاحب آصف رحمۃ اللہ علیہ عمر بھر اپنے اکابر سے جڑے رہے اور جڑے

رہنے کی تلقین کرتے رہے مظہر شریعت وطریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور فخر اہل سنت مجاہد اسلام حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب جہلمی نور اللہ مرقدہ سے والہانہ عقیدت اور وابستگی تھی چنانچہ ہر دو بزرگوں کے رنگ ان کی شخصیت میں صاف اور ہمیشہ جھلکتے تھے۔ جمال ہم نشین حضرت مولانا رحمہ اللہ پر ایسا اثر کر رکھا تھا کہ یہ اپنے ان بزرگوں کا تعارف اور یہ اکابر حضرت مولانا کا تعارف تھے۔ تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان سے عمر بھر وابستگی اور وارفتگی رہی۔ حضرت مولانا کی شخصیت میں محبوبیت بلا کی تھی۔ مختلف جگہوں پر خدمت دین میں مصروف رہے بالاخر اپنے آبائی علاقہ ٹمن تلاگنگ کے ہو کر رہ گئے۔ مساجد مدارس مکاتب کا قیام عمل میں لائے۔ تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان کے زیر اہتمام نظریاتی وتبلیغی جدوجہد فرماتے رہے اور ایک دنیا کو سنی نظریات اور جماعت سے وابستہ کیا۔ کچھ عرصہ سے عوارضات کی لپیٹ میں تھے چنانچہ آپ کے برادر نسبتی وجانشین برادر عزیز حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب زیدہ مجدہم نے سفر وحضر میں خوب خدمت کی اور دعاؤں سے وافر حصہ لیا۔ پانچ دسمبر بروز جمعہ کی سہ پہر وقت اجل آن پہنچا اور آپ ایمانی شان کے مطابق کشاں کشاں رب تعالیٰ کے حضور پیش ہو گئے۔۔ اللھم اغفرہ ورحمہ ولا تعذبہ ونور قبرہ واجعلہ روضۃ من ریاض الجنۃ

اگلی صبح 10.30 بجے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ خلق خدا کا ہجوم دیدنی تھا اور اعزہ و اقارب۔ احباب رفقاء غم سے نڈھال۔۔۔ نماز جنازہ جانشین قائد اہل سنت امیر مرکزیہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر زید مجدہم کی امامت میں ادا کی گئی اور یوں علم وعمل کا یہ مہتاب منوں مٹی تلے غروب ہو گیا۔

جنہیں اب گردش افلاک پیدا کر نہیں سکتی
کچھ ایسی ہستیاں بھی دفن ہیں گور غریباں میں

حق تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ درجات کی بلندی نصیب ہو اور پسماندگان سمیت جملہ متعلقین کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطاء فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

مثالی جماعت

حضرت مولانا سید محمد واضح رشیدی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت بابرکت اٹھائی اور پھر آپ کے مشن کو جان ودل سے زیادہ عزیز رکھ کر راہِ خدا میں سخت اذیتیں اٹھائیں اور قربانیاں دیں، گھربار چھوڑا، جہاد کیا، ہجرت کی اور دنیا میں دین کے پیغام کو اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اور قرآن کی آواز کو عام کرنے کے لیے نکل پڑے، ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک، عرب سے عجم تک اور جہاں ممکن ہوا، وہ وہاں گئے اور جہاں خود نہ پہنچ سکے وہاں تابعین کو بھیجا، کچھ نے جامِ شہادت نوش کیا، کچھ رسول اللہ ﷺ کے لیے ڈھال بنے اور دنیا کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں جا کر اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کے ذریعہ اسلام کی حقانیت ثبت کی اور لوگوں کی تربیت کے ذریعہ ایمان ویقین دلوں میں راسخ کیا اور ربانیت پیدا کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قیامت تک آنے والی نسلوں پر ابدی احسان رہے گا، کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے، یہ ایک حقیقت ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اسلام کے لیے قربانی، اللہ کی محبت، رسول اللہ ﷺ کے لیے فدائیت اور ایک دوسرے کے لیے ایثار اور تعاون و ہمدردی، زہد و عبادت، تواضع، نماز میں انہماک، توحید کی پختگی، کفر وشرک سے آخری درجہ کی نفرت اللہ کی رضا اور اس کے فضل کی طلب، توبہ وانابت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے آگے جان دینے اور سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ، خشیت اور اللہ کا خوف اور اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کا جذبہ، گناہوں سے اجتناب، طاعات کا شوق اور اس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا اور جو عہد کرنا اس کو پورا کر دکھانا، یہ سب صفات وخصوصیات اور امتیازات اسی قدسی جماعت کے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت و رفاقت اور ان کے ساتھ جہاد وقربانی کے لیے تیار کی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ ان کے ان اوصاف کا ذکر کیا ہے اور ان کو اپنی رضا مندی کا پروانہ دیا ہے:

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ‏. (التوبۃ: ۱۰۰) (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اسی میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے)۔

درحقیقت صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور اللہ کی رضا کا سبب اور آخرت میں اچھے انجام کا ذریعہ ہے۔ یہ رجال ہیں لیکن ہماری اور آپ کی طرح نہیں، رسول اللہ ﷺ کی صحبت و رفاقت نے ان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا۔

ماہنامہ حق چاریار لاہور رجسٹرڈ نمبر CPL26